الماس رخشان روشن بیانی و لعل تابان لآلی افشانی

منجملہ چار جلد

کلیات ظفر

دیوان دوم

مطبع نامی منشی نولکشور میں نقش گزین نگین طبع ہوا

دیگر

جلد دوم دیوان ظفر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاباش ولا ارشدک اللہ تعالےٰ ۔ پہچانا اُسے تو نے جسے دیکھا نہ بھالا

بیہوش ہوئیں دیکھ کے اُس مہوش رعنا کو ۔ جیسے کہ کبھی اُسنے نہ تھا ہوش سنبھالا

ہی داغ بدل آتش رخسار سے تیرے ۔ گردون پہ قمر اور زمین پر گل لالا

مُنھ مارے ہی بیطرح مگر دل پہ تری زلف ۔ کیونکر نہ بچیگا کہ ڈسے ہی اسے کالا

اللہ رے تری جنبش مژگان ستم کیش ۔ اک پل مین کیے تو نے دو عالم تہ و بالا

تیرے رخ روشن کے تصور سے ہمیشہ ۔ ہی کلبۂ تاریک مین عاشق کے اوجالا

جائیگی نکل جان مری دیکھ کمان دار ۔ تیر اپنا اگر تو نے مرے دل سے نکالا

ہر خار بیابان ہی موتی سے پروتا ۔ جب پھوٹکے روتا ہی مرے پاؤں کا چھالا

مصیبت کیا تھی آفت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا [illegible]

ظفر [illegible] بات کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

دیگر

[illegible]

شعر ترا اتنے نکالے کہ بہاکے دریا
ای ظفر طبع رواں ہے تری طوفان اوگلا

خدا نا خواستہ گر خط میں میرا نام آجاتا
تو قاصد پر غضب ہی کی دل ناکام آجاتا

جو کرتا گر یہاں آرام وہ آرام جان اپنا
تو اپنی جان بے آرام کو آرام آجاتا

ترے کوچے سے آتے ہیں تو چال اپنا ہوتا ہی
کہ ہمکو ضعف سے غش ہی سر ہر گام آجاتا

ہوس طوبائے جنت کی نہوتی تیرے کشتہ کو
اگر تو گور پر اے سرو گل اندام آجاتا

ہوا اپنے ہی کام آخر ترے ناکام کا ورنہ
کسی دن اے بت خود کام تیرے کام آجاتا

پیام مرگ کیوں پیک اجل قاصد کو پہونچاتا
جو قاصد لیکے تیرے وصل کا پیغام آجاتا

گرفتاری نصیبوں میں نہوتی تو چمن سے ہم
بھلا اس طرح کیوں صیاد زیر دام آجاتا

تری دولت سے ہوتے ساقیا جمشید دوران ہم
اگر اس دور میں ہاتھ اپنے کوئی جام آجاتا

خجالت سے دکھاتا منھ نہ اپنا ماہ گردوں پر
ظفر وہ بام پر اپنے جو وقت شام آجاتا

بھلا کی تمکو وحشت کیا تھی خط لکھا نہ ہوتا
جواب خط میں دقت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

خطا کی میں نے ایسی کیا جو اُسنے یہ نہ پوچھا
تجھے غم کیا تھا حسرت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

قلم خط لکھتے لکھتے مجکو اُسنے رکھدیا کیوں
سبب کیا تھا حقیقت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

جواب خط کیا جسپر قلم انداز تو نے
وہ بات اے بمروت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

دیگر

[illegible]

نکالے چاہ غم یار سے کے غریبوں کو	کوئی بھی ایسا نظر آشنا نہیں آتا
وہ کونسا ہی ستمگر ترا بتا ظالم	جو خود بخود تری جانب کھنچا نہیں آتا

تمھارے وصل کو پیارے گذر گئے مہ و سال
گلہ ظفر کو کچھ اسکے سوا نہیں آتا

دیگر

یار آئے مرے پیش نظر ہو نہیں سکتا	اور آئے تو دیکھوں نہ ادھر ہو نہیں سکتا
موڑا نہ کبھی منھ تری شمشیر جفا سے	پھر ایسا کسیکا بھی جگر ہو نہیں سکتا
لیجاؤ غم و رنج نہ کیوں ساتھ جہاں سے	بے توشہ تو یہ مجھسے سفر ہو نہیں سکتا
تم لاکھ کرو حضرت دل نالہ و فریاد	چاہو کہ ہو کچھ اسکو اثر ہو نہیں سکتا
کچھ شمع نے ہی معجزہ عشق دکھایا	سر کرکے تو پیدا کبھی سر ہو نہیں سکتا
جبتک کہ تصور رہو دامنوں کا تمھارے	آنکھوں میں مری اشک گہر ہو نہیں سکتا
کیا کیا نہ ہوئی میرے لیے خانہ خرابی	پر اب بھی تو دل میں ترے گھر ہو نہیں سکتا
رسوا جہاں کرتا ہی کیا کید مجھے گریہ	میں چاہتا ہوں ضبط ہو پر ہو نہیں سکتا

جو کام کیا تمنے محبت میں بتوں کی
واللہ کسی سے بھی ظفر ہو نہیں سکتا

مطلع ثانی

جو وہ قاتل نہ اپنے ہاتھوں میں خنجر لیے پھرتا	تو یہ سرباز پھر کیوں سر ہتھیلی پر لیے پھرتا
اگر تجھ پر نہ پڑتے اے جنوں اس تیری شورش پر	تو یوں ہر طفل میرے ساتھ کیوں پتھر لیے پھرتا

دامن وجیب ای ظفر چاک ہو تو ہو رفو
دل نہین جاتا سیا یہ جو پھٹا تو پھٹ

بتون کی ہی وہ آشنائی کا دھندا
کہ ہی جسمین ساری خدائی کا دھندا

وہ جب دیکھو آئینہ ہی دیکھتے ہین
رہے ہی انھین خود نمائی کا دھندا

جیسے یا مرے پر نہ عاشق سے چھوٹے
خیال وصال و جدائی کا دھندا

ہمارا تو پیشہ ہی رندی ہمیشہ
ہوا ہمسے کب پارسائی کا دھندا

پڑی منہو پہ آئینہ کے خاک کیا کب
ملے خاک مین یہ صفائی کا دھندا

رہے ہی خم و پیچ مین زلف جانان
وبال اسکو ہی کج ادائی کا دھندا

رہا جب تلک دم رہا ساتھ دم کے
ظفر سب برائی بھلائی کا دھندا

دیگر

دیکھ کر رخ پہ ترے زلف دوتا کا پھندا
جا پھنسا طائر دل تھا وہ بلا کا پھندا

ہاتھ آئے نہ کسو کے بھی یہ آہو نگہان
نہ پڑے پانون مین گر شرم و حیا کا پھندا

اسکی قدرت کا ہی یہ کھیل کہ گولا ہی کہان
خاک کو باندھتا ہی دیکھو ہوا کا پھندا

رہے زنار محبت مین گلا کیون نہ پھنسا
کہ یہ ڈالا ہوا ای بت ہی خدا کا پھندا

بحر ہستی ہی عجب دام کہ صید اجل
جا بجا جسمین ہی گرداب فنا کا پھندا

طائر ہوش کو پرواز مین کرتا ہی شکار
تیرے تار نگہ ہوش ربا کا پھندا

دیگر

[illegible] غنچہ [illegible] لالا تو پیٹ اُسکا
[illegible] گلستان کھینچکر پھاڑا

[illegible] کھینچکر پھاڑا

[illegible] کھینچکر پھاڑا

معمور [illegible] مری تصویر عریان کھینچکر پھاڑا
ظفر افشا ے الفت پر نہ تھا منظور [illegible]
حیا کا پردہ کیون منظور [illegible] کھینچکر پھاڑا

دیگر

ہمنے تری خاطر سے دل زار بھی چھوڑا	تو بھی نہوا یار اور اک یار بھی چھوڑا
کیا ہوگا رفوگر سے رفو میرا گریبان	اے دست جنون تونے نہین تار بھی چھوڑا
دین دیکے گیا کفر کے بھی کام سے عاشق	تسبیح کے ساتھ اُسنے تو زنار بھی چھوڑا
گوشہ مین تری چشم سیہ مست کے دل نے	کی جبسے جگہ خانۂ خمار بھی چھوڑا
اس سے ہی غریبونکو تسلی کہ اجل نے	مفلس کو جو مارا تو نہ زردار بھی چھوڑا
پڑھتے ہے نہو ہمسے رکھو اخلاص تو سیدھا	تم پیار سے رکتے ہو تو لو پیار بھی چھوڑا
کیا چھوڑے اسیران محبت کو وہ جسنے	صدقے مین نہ اک مرغ گرفتار بھی چھوڑا
پہونچی مری رسوائی کی کیونکر خبر اسکو	اُس شوخ نے تو دیکھنا اخبار بھی چھوڑا

کرتا تھا جو یان آنیکا جھوٹا کبھی اقرار
مدت سے ظفر اُسنے وہ اقرار بھی چھوڑا

ادھر تو دشت وحشت نے گریبان کھینچکر پھاڑا
اُدھر ہر خار صحرائی نے دامان کھینچکر پھاڑا
نہ اتنے مجھسے تم کھنچتے نہ اتنا تم سے دل پھٹتا
مرا دل رات کو تمنے تو جانان کھینچکر پھاڑا
کشاکش سے جنون کے تیرے دیوانے نے مرکر بھی
کفن اپنا تہ خاک بیابان کھینچکر پھاڑا

دیکھا جو مرے سر [illegible] رسوائی ہوا
آنکھوں مین مری [illegible] ہوا
آگاہ نہ تو [illegible] مجھے لذت سے عشق کی

جلد دوم دیوان ظفر

[illegible] گرا ہوا
زنجیرون مین [illegible] زندان سے وہ دیوانہ [illegible] ہوا
[illegible]
کیا صاف [illegible] ہوا
عاشق [illegible] ہوا
دامن [illegible] ہوا
[illegible]
کیا [illegible] ہوا

دیگر

[illegible] ہوا

دیوانہ

دیگر

دیوانہ وہ ہو نہیں کہ جیسے اڑکے دور سے
ہین گو بھینو نہیں مارتے پتھر پھرا پھرا

مجکو تمھکا دیا دل خانہ خراب سے
ہر جا پھرنا کے عشق مین گو گو پھرا پھرا

بک بک کا ناصحون کی نہ مجکو ہوا اثر
آخر وہ چپکے بیٹھ رہے سر پھرا پھرا

یہ صید تیرا بستۂ فتراک تو ہوا
قاتل بلا سے حلق پہ خنجر پھرا پھرا

پھرتا مزاج انکا کسی سے نہین ظفر
لیکن مرا جو مجھ سے مقدر پھرا پھرا

آشنا بحر محبت مین کوئی گر تیرا
ہمنے جانا کہ یہ تیر اک سمندر تیرا

ایسا گھبرا کے گرا ڈوبگیا گرتے ہی
دل ترے چاہ زنخدان مین دم بھر تیرا

لال کاغذ کا کنول جیسے کہ تیرے سر آب
لخت دل آنسوؤن مین یون مرا اکثر تیرا

آفرین تجکو دلا بحر غم عشق مین تو
خوب سید ھا روش شیر دلاور تیرا

بحر بخشش مین نہ کیون ڈوبے گرانبار گناہ
کہ نہین پانی پہ ہرگز کوئی پتھر تیرا

دست و پا مارکے اپنے دم بسمل کہ گیا
خون کے دریا مین ترا عاشق مضطر تیرا

جس طرح پانی پہ تیرے کوئی تنکا اس طرح
اب گریہ مین ہمارا تن لاغر تیرا

رکھو دیا سینہ تری تیغ پہ اپنا مین نے
آب شمشیر پہ مین مثل شناور تیرا

تیرنا عشق کے دریا مین اگر سیکھے دل
تو ظفر پہلے اسے ہاتھون کے اوپر تیرا

دیگر

جو در فخر جہان کا ہو گدا اُسکو ظفر
بادشاہی سے زیادہ ہی گدائی مین مزا

حال کب ہی شام سے اپنا سحر تک ایک سا	دو پہر تک ایک سا ہی دو پہر تک ایک سا
کیا تلون ہی کہ رہتا ہی نہین انکا مزاج	آتے آتے اپنے گھر سے میرے گھر تک ایک سا
اشک جو اُٹھے دم گریہ تو بھر دریا خون	سو جزن تھا دل سے لیکر چشم تر تک ایک سا
کیا نکالے طائر دل زلف کے پھندے سے پانون	اسمین وہ اُلجھا ہوا ہی بال و پر تک ایک سا
جانتے ہین یان نہین رہنے کے لیکن سب ہی	شوق اسباب اقامت سے سفر تک ایک سا
لدرہا داغون سے ہون نخل چراغان کی طرح	سر سے لیکر پانون تک پانون سے سر تک ایک سا
واہ کیا میدان چٹیل خاک اُڑانے کیلیے	عشق کا صحرا ادھر سے ہی ادھر تک ایک سا
پھونکدی ہی کسنے بیہوشی یہان ایسی کہ ہی	مست غفلت بیخبر سے باخبر تک ایک سا
روی تو خط پر ہین کیا مژگان ابرو دیکھنا	ہی یہ مصحف یکقلم زیر و زبر تک ایک سا
میرے سینہ مین کمان ابرو ترا تیر نگاہ	واہ ہی کیا کارگر دل سے جگر تک ایک سا

کشور صحرائے وحشت ہو گیا ہی اب خراب
ورنہ تھا آباد مجنون سے ظفر تک ایک سا

نہ تو جھانکا نہ اُسے روزن در مین تاکا	ہمنے تاکا بھی تو سوراخ جگر مین تاکا
عرش سے فرش تلک جو ہی وہ سب ہین اپنا	کیا بتائین کہ ہی کیا ہمنے بشر مین تاکا

مطلع ثانی

مطلع ثالث

رخ جو زیر سنبل پر پیچ و تاب آجائیگا	پھر کے برج سنبلہ مین آفتاب آجائیگا

مطلع ثانی

تیرا احسان ہوگا قاصد گر شتاب آجائیگا	صبر مجکو دیکھکر خط کا جواب آجائیگا

مطلع ثالث

ہو نہ بیتاب اتنا گر اسکا عتاب آجائیگا	تو غضب مین ای دل خانہ خراب آجائیگا
اسقدر رونا نہین بہتر بس اب اشکو نکو روک	ورنہ طوفان دیکھو ای چشم پر آب آجائیگا
پیش ہو ویگا اگر تیرے گناہونکا حساب	تنگ ظالم عرصۂ روز حساب آجائیگا
دیکھکر دست ستم مین تیری تیغ آبدار	میرے ہر زخم جگر کے منھ مین آب آجائیگا
اپنی چشم مست کی گردش نہ ای ساقی دکھا	دیکھ جگر مین ابھی جام شراب آجائیگا
خوب ہوگا ہان جو سینہ سے نکل جائیگا تو	چین مجکو ای دل پر اضطراب آجائیگا

ای **ظفر** اٹھ جائیگا جب پردۂ شرم و حجاب
سامنے وہ یار میرے بے حجاب آجائیگا

مثال گوہر آنکھون سے جو آنسو بنکے نکلیگا	تو ساتھ اسکے برنگ لعل لو ہو بنکے نکلیگا
تری محفل مین جائیگا کوئی کیسا ہی گردا نا	وہ دیوانہ مجھی سا ای پریرو بنکے نکلیگا
پکارا تھا جو اسکو دوست اپنا جان کر ہمنے	نجانا گھر سے دشمن یون بد خو بنکے نکلیگا
جو ہو گئی جو اشک اس سرو قد کی یاد مین جاری	تو نالہ دل سے اک سرو لب جو بنکے نکلیگا

فرق مجنون میں اور مجنون میں نہو گر میرا نام	ہو نہ میرے کاغذ تصویر میں لکھا ہوا
ای ہوس آگے قسمت کے لکھے کے خاک ہی	ہی یہ جو کچھ نسخۂ اکسیر میں لکھا ہوا
مصحف رخ کی تری تفسیر خط ہی ہر کوئی	پڑھ تو دے کیا کیا ہی اس تفسیر میں لکھا ہوا

خوب جو دیکھا تو پایا سب وہ تجھ میں ای ظفر
جو کہ ہی اوصاف عالمگیر میں لکھا ہوا

میں ہی دیوانہ فقط کیا تیرے نقشہ پر ہوا	ای پری نقاش کا بھی نقشہ دیگر ہوا
دل مرا تھا غم کا گھر ای دلبر ناوک فگن	جبکہ تیرا تیر آیا اور گھر میں گھر ہوا
تو تو ہی نازک زیادہ گل سے بھی ای نازنین	پر خدا جانے ترا دل سخت کیوں پتھر ہوا
جسکو ای ساقی دکھائی تونے اپنی چشم مست	پھر نہ وہ میکش کبھی منت کش ساغر ہوا
بنگیا بستر پہ جسم زار اک بستر کا تار	تیرا بیمار محبت اسقدر لاغر ہوا
جب ہوا تیرا قد رعنا چمن میں جلوہ گر	سرو پر پا سر کہے اک فتنۂ محشر ہوا
گرم ہو کر منھ پر آتا ہی ہمارے طفل اشک	منھ لگانے سے یہ لڑکا دیکھو کیا ابتر ہوا
ہمنے جانا تھا کشش دل کی اُسے لائیگی کھینچ	اس کشش سے تو کشیدہ اور وہ دلبر ہوا

فی الحقیقت وہ برے ہیں جو سمجھے ہیں برا
ای ظفر اُسکی طرف سے جو ہوا بہتر ہوا

ہاتھ ملتا ہوں کہوں کیا یار جانی کیا ہوا	ہاتھ سے وہ قول کا چھلا نشانی کیا ہوا

مطلع ثانی

گر زخم پر آلودہ ہوا خونناب کا پھاہا
ہمرنگ ہو برگ گل شاداب کا پھاہا

دلریش کو اُس نرگس مخمور کے مرہم
کیا چاہیے کافی ہی مئے ناب کا پھاہا

کام آیا نہ زخم دل صد چاک کتان سے
اک مرہم کافور ہی مہتاب کا پھاہا

اپنے خط عارض سے چڑھا نہ ہر کی پٹی
چپکا نہ مرے زخم پہ تیزاب کا پھاہا

منت کش مرہم ہوں نہ مجروح ازل کے
دیکھا نہیں زخم گل سیراب کا پھاہا

گرمی سے مرے خون جراحت کی عجب کیا
ہمسر ہو جو خورشید جہانتاب کا پھاہا

وہ زخمی شمشیر حوادث ہی کہ جس کو
آئے ہی نظر چرخ بھی زہراب کا پھاہا

زخم دل عاشق کی نہ سوزش میں کمی ہو
بالفرض اگر اسپر ہو گرداب کا پھاہا

پروردہ کو تیز مین سے غرض کیا کہ سر زخم
یکسان ہی گزری کا کہ ہو کمخواب کا پھاہا

پھوڑا سا نہ کیوں پھوٹ بہے دل ظفر اب
ہی مرہم غمخواری احباب کا پھاہا

توسنے جو گل کیطرف غیرت گلشن دیکھا
کبھی آئینہ میں اپنا نہیں جوبن دیکھا

مطلع ثانی

مہ جبین ہمنے تجھے کیا پس چلمن دیکھا
تار بارش میں چھپا اک مہ روشن دیکھا

تو ہوا جیسے کہ ای دست جنون دست انداز
ہمنے ثابت نہ کبھی جیب نہ دامن دیکھا

عشق ہی یا بلا کہ اسمین ظفر
ایک عالم کو مبتلا دیکھا

کچھ جواب اُسنے دیا خط کا جو اُلٹا سیدھا	نامہ برنے مرے رستہ لیا گو کا سیدھا
خلق سمجھی کہ شب تار مین ہی کاہکشان	مانگ کا خط ترے بالونمین جو دیکھا سیدھا
ہمسے ہر بات مین وہ کاہیکو ٹیڑھے ہوتے	ہمنشین ہوتا نصیبہ اگر اپنا سیدھا
خوشنویسونے کہا دیکھ کے بینی اُسکی	لکھا ہی کاتب قدرت نے الف کیا سیدھا
ہی یہی طالع واژون اگر اپنا اے دل	ہوا ہو نہ کبھی ہمسے وہ ہوگا سیدھا
اُسنے گلشن مین دکھا کے قد دلجو اپنا	خوب ہی سرو لب جو کو بنایا سیدھا
سیدھو باندھی ہی کہ نالے نے فلک کی ایسی	کہ یہ جب سینہ سے نکلا وہین پہونچا سیدھا
زلف کافر کی کجی پر بھی یہ مجبر سیدھا	دل مرا دیکھو مسلمان ہی کیسا سیدھا

ٹیڑھی باتون کو پسند آتی ہین ٹیڑھی باتین
ای ظفر اپنا تو انداز ہی سیدھا سیدھا

سبب اس رنجش بیجا کا پتا کچھ بھی نتھا	تو جو آزردہ ہوا ہمنے کہا کچھ بھی نتھا
کیونکہ ہوتا ترے بیمار محبت کا علاج	جانتا کوئی طبیب اسکی دوا کچھ بھی نتھا
رنج و غم مین ہی رہا مین جو ہمیشہ ای عشق	میری تقدیر مین اسکے سوا کچھ بھی نتھا
اشک خون پونچھے تجھے جبتک کہ نہ تو نے	شوخ ہاتھ نمین ترے رنگ حنا کچھ بھی نتھا

گئے دنیا سے جب شاہ و گدا دونون ہوئے یکسان
کہ کوئی صاحب زر کوئی بے زر تھا تو اس جا تھا

کیا کیون چاک سینہ کو جگہ تھی دل کے پہلو مین
لگانا تجھکو ای قاتل جو خنجر تھا تو اس جا تھا

لگے جبدم نکلنے چشم تر سے اشک کے موتی
کھلا ہمپر کہ پنہان گنج گوہر تھا تو اس جا تھا

ہمین جنت مین بھی میخانہ یاد آئیگا ای ساقی
کہ ہر جو عیش وہ ہمکو میسر تھا تو اس جا تھا

ظفر آرام سے بیٹھے گا جاکر اُسکے کوچے مین
نہین ہوئیگا وان مضطر کہ مضطر تھا تو اس جا تھا

اُسکا عاشق پہ عتاب اور نتھا یہ ہی تھا
کہ کوئی چشم پر آب اور نتھا یہ ہی تھا

دیدۂ تر سے رہے دیکھتے ہم کیفیت
بن ترے جام شراب اور نتھا یہ ہی تھا

خط مرا پھاڑ کے ظالم نے دیا قاصد کو
اور کہا ہمکا جواب اور نتھا یہ ہی تھا

گر شکنجہ مین تجھے زلف کے اُسنے کھینچا
شکر کر دل کہ عذاب اور نتھا یہ ہی تھا

گر کیا کام تمام اُسنے مرا خوب کیا
کہ کوئی کار ثواب اور نتھا یہ ہی تھا

جب خود ہی اپنی اُٹھا کر اُسنے دیکھا تمنے
تو یہ جانا کہ حجاب اور نتھا یہ ہی تھا

جلد دوم دیوان ظفر

مطبع نامی

دیتا تھا اس زلف کو شب آرایش کیا کیا آنکھوں سے
لیتا پنجۂ مژگان سے ہین اپنے کار شانہ تھا

چاہیے تھا ای ناوک افگن دل پہ لگانا تیر نگاہ
چھوڑ دیا کیون اسکو تو نے یہ تو خوب نشانہ تھا

پوچھتے ہو کیا مجھسے عزیزو حال غم تنہائی کا
مین تھا اور غم خانہ تھا غمخوار غم جانانہ تھا

بلبے تپ اندوہ محبت اُف رے گرمی داغ فراق
دل تھا کیا پہلو مین ہمارے گویا آتش خانہ تھا

کوئی ملا گر اشک کا قطرہ عشق مین تیرے شکر کیا
جانا اپنی قسمت مین ہان یہ ہی آب و دانہ تھا

حسن و جمال یار ظفر جب رات کو بزم افروز ہوا
شمع رخ پر نور پہ اسکے ماہ بھی اک پروانہ تھا

کبھی رونیکا جو ہی عشق مین قابو ہنتا
تو چمن مین جو دکھاتا قد رعنا اپنا
تنکے یہ ہر دم ہشیار سے جھنواتے ہین
کی عبث تیشہ زنی ہوتی جو تقدیر بھلی

دل کا خون ہنتا ہی او خون ہی کا ہی رزق
دار قمری کے لیے سرو لب جو ہنتا
وحشی آنکھون سے ترے کیونکہ نہ آہو ہنتا
کام فرہاد کا بے قوت بازو ہنتا

حال میرا جو شب فرقت مین جو تھا سو ہوا

کب ہوا تدبیر سے حاصل ظفر مقصود دل
ای نکو نیت تری نیت مین جو تھا سو ہوا

پاس عارض کے ترے کان کا گوہر چمکا
دن دیے پہلو سے خورشید مین اختر چمکا

خون مرا اس رخ گلگون کا ہوا گلگونہ
قتل ہونیسے مرے شوخ ستمگر چمکا

روبرو اس رخ پرنور کے ماہ تابان
رات کو کرمک شب تاب سے کمتر چمکا

تازیانہ جو کیا طرۂ مشکین نے ترے
توسن ناز ترا اور بھی کافر چمکا

چرخ پر بھری تری عقد ثریا کی چمک
جبکہ ماتھے پہ ترے رات کو جھومر چمکا

کلبۂ تار مین میرے نہین درکار چراغ
آتش عشق سے داغ دل مضطر چمکا

آئینہ خاک سے پاتا ہی جلا کیا ہی عجب
خاکساری سے اگر صاحب جوہر چمکا

ہوگیا زردی رخسار سے عاشق کو فروغ
سچ ہی انسان کے جہان ہاتھ لگا زر چمکا

شعلۂ آہ مرا جلکے فلک پر ہر روز
ای ظفر مہر درخشان کے برابر چمکا

کہو نین کیا کہ ہی مسرزل بیتاب پارے کا
اسے تو دیکھ کر ہوتا ہی زہرہ آب پارے کا

وہ یارب سبزہ زار چرخ مین ہی کون سی بوٹی
بنا تا ہی پیالہ جس سے یہ مہتاب پارے کا

کوئی بیتاب مرکر عشق مین گر خاک ہو جاوے
تو نزدیک اپنے اک کشتہ ہو وہ نایاب پارے کا

کرے فریاد کیا بلبل کہ ہی منظور شبنم کو
ترے اب کان مین بھونا گل شاداب پارے کا

دل سے بہتر نہیں غم کے لیے کوئی زندان
ای ظفر خوب ہوا دل میں جو غم بند ہوا

جگر کا عشق میں سوزاں جو داغ ہوا اچھا
اندھیری گور میں بھی یہ چراغ ہوا اچھا

ہوا بھی اچھی ہی گلشن میں گل بھی اچھے ہیں
جو ساتھ یار کوئی خوش دماغ ہوا اچھا

جو اشک خون سے ہو گلزار تختۂ دامن
تو اپنی سیر کو اک یہ بھی باغ ہوا اچھا

اٹھا کے غیر کو پہلو سے تیرے رشک چمن
کہ عندلیب کے کیا پاس زاغ ہوا اچھا

نہ اشک خون سے ہوا بھی سودائی گلگون
نہ چشم تر سے زیادہ ایاغ ہوا اچھا

ہمارا راہنما جب تلک نہ عشق تھا
کسی کا اُسکی نہ ہمسے سراغ ہوا اچھا

سوائے کنج قناعت ظفر بشر کے لیے
کہیں جہان میں نہ ہرگز فراغ ہوا اچھا

دل سے اک نالۂ موزوں کو جہاں کھینچ لیا
نقشۂ قد ترا ای سرو رواں کھینچ لیا

جان جائیگی نکل میری اگر تیر اُسکا
تمنے دل سے مرے ای چارہ گراں کھینچ لیا

بال شانے نے جو اس زلف سیہ کا کھینچا
اس سیہ بخت کا تار رگ جاں کھینچ لیا

کیا مرے قتل کو کم تھی یہ کشیدہ ابرو
تو نے شمشیر کو اپنی جو میاں کھینچ لیا

جذبۂ شوق نے تیرے طرف کھینچا نہ
خانقہ سے مجھے ای پیر مغاں کھینچ لیا

تیری تصویر کو کیا صفحۂ دل پر ہمنے
دیکھے دست و قلم آئینہ ساں کھینچ لیا

لکھ کے خط وصلی پہ کیا تو خط جتاتا ہی ہین	سن چکے ہم غیر سے تجکو تو سہل ہو گیا
تھی اجل کو سو تامل لیکن اُسکی چشم سے	کام اپنا اک نظر مین بے تامل ہو گیا
فاتحہ مین تو نہ آیا حسرتا وا حسرتا	اور اس حسرت مین عاشق کا ترے قل ہو گیا

ساتھ اس شانت کے پایکے سر اپنا تو نہ مار
اے ظفر دل تو اسیر زلف و کاکل ہو گیا

خط ہی مین جو کہون اُس سے خط پڑھا نگیا	پڑھا گیا مگر اچھی نمط پڑھا نہ گیا
تمھارے صفحۂ رخسار پر خط گلزار	ہجوم خال سے تھے جو نقط پڑھا نہ گیا
ہمارا محضر خونین جو محکمے مین گیا	لکھا ہوا تھا کچھ ایسا غلط پڑھا نہ گیا
جو کوئی مصرع مضمون گریہ ہمنے لکھا	کسی سے مثل خط موج شط پڑھا نہ گیا
پڑھا تمام مرا نامہ اُسنے حرف بحرف	جو مدعا تھا وہی ہان فقط پڑھا نہ گیا
ترے مریض کا نسخہ طبیب نے جو لکھا	قلم کو ایسا دیا اُسنے قط پڑھا نہ گیا

لکھا ہی کیا مری تقدیر مین خدا جانے
پڑھا اگرچہ ظفر سو نمط پڑھا نہ گیا

سینے مین اک دھوان کبھی بان اُٹھکے رہ گیا	نکلا نہ میرے دل کا بخار اُٹھکے رہ گیا
پہلو مین تیر رشک سے کیا کیا اُٹھا نہ درد	پہلو سے غیر کے جو وہ یار اُٹھکے رہ گیا
صحرا مین اے شکار فگن کھا کے تیرا تیر	اُٹھا جو کوئی تیرا شکار اُٹھکے رہ گیا

مطلع ثانی

گلرو ہیں بہت گلشن آفاق میں لیکن
تجسا کوئی اے شوخ گل اندام نپایا

آغاز محبت کو تو ہان سمجھے ہم اچھا
اچھا پر اس آغاز کا انجام نپایا

لکھی عجب انداز سے ہی رخ پہ تری زلف
ایسا خط تعلیق میں بھی لام نپایا

جینے کا مزا عاشق ناکام نے تیرے
جز تلخی مرگ اے بت خود کام نپایا

دولت سے اس اپنے لب خاموش کے ہمنے
کچھ بزم جہان میں ظفر آرام نپایا

بکتے بکتے ناصحا تیرا تو بھیجا پک گیا
اور سنتے سنتے اب میرا کلیجا پک گیا

دل میں وہ پھوڑا نہیں اپنے کہ پک کر پھوٹ جو
تو اگر جراح کتنا ہی کہے جا پک گیا

چاہتے تھے ہم یہ مدت سے کہ پکجائے خیال
خواہ اے ہمدم پکا تھا خواہ کچا پک گیا

دل ہوا اے ظالم مرا نخل محبت کا ثمر
اب نہیں کچا رہا یہ اسکو سمجھا پک گیا

جسم خاکی اپنا ظرف خام تھا اُسنے ظفر
آتش غم سے پکا نیکو جو سمجھا پک گیا

وہ داغ عشق دل ناتوان نے کھایا
کہ جسکے داغ یہ گل اک جہان نے کھایا

کہاں گیا مرا قاصد خبر نہیں اُسکی
زمیں نے کھایا کہ ہے آسمان نے کھایا

کلام تلخ کیے ہیں کیا گلی میں ترے
کہ زہر تجھ پہ ہر اک پاسبان نے کھایا

نکلکے چشم سے لی سیدھی راہ کی جیب کی راہ
نہ پھیر آنسوؤں کے کاروان نے کھایا

دیگر

تپ چڑھیگی اور گرمی سے سوا خورشید کو
نالۂ سوزان جو اگر آسمان پر پہونچ گیا

بوالہوس نے بھی کیا تھا اُسنے اقرار وفا
لیکن اُس اقرار سے وہ امتحان پر پہونچ گیا

جب ہلی مژگان تمھاری ایک خنجر سا وہین
پان گاڑے عاشق آزردہ جان پر پہونچ گیا

بجھ سکا سوز جگر میرا نہ جوش گریہ سے
گرچہ اس طوفان سے پانی آسمان پر پہونچ گیا

اب تو ہم دل کو بچا لاتے نہین لائینگے پھر
گریہ ہو کر شیفتہ اُس گلستان پر پہونچ گیا

دیر کیا اور کعبہ کیا دونون سے دل میرا ظفرؔ
پہونچتے ہی اُس صنم کی آستان پر پہونچ گیا

نہ اُسکا بھید یاری سے نہ عیاری سے ہاتھ آیا
خدا آگاہ ہے دل کی خبرداری سے ہاتھ آیا

نہون جنکے رفتنے جھٹکا ہوش وہ منزل کو کیا پہونچے
کہ رستہ ہاتھ آیا جنکی ہشیاری سے ہاتھ آیا

ہوا حق مین ہمارے کیون ستمگار آسمان اتنا
کوئی پوچھے کہ ظالم کیا ستمگاری سے ہاتھ آیا

اگرچہ مال دنیا ہاتھ بھی آیا حریصون کے
تو دیکھا ہمنے کس کس ذلت و خواری سے ہاتھ آیا

مگر ظالم دل آزاری جو دل منظور ہی لینا
کسیکا دل جو ہاتھ آیا تو دلداری سے ہاتھ آیا

اگرچہ خاکساری کیمیا کا سہل نسخہ ہی
ولیکن ہاتھ آیا جسکے دشواری سے ہاتھ آیا

ہوئی ہرگز نہ تیرے چشم کے بیمار کو صحت
نہ جبتک نے ہر تیر کے خط زنگاری سے ہاتھ آیا

کوئی یہ وحشی رم دیدہ تیرے ہاتھ آیا تھا
پر اے صیاد وحشی دل کی گرفتاری سے ہاتھ آیا

ظفرؔ جو دو جہان مین گوہر مقصود تھا اپنا
جناب فخر دین کی وہ مددگاری سے ہاتھ آیا

ردیف بای موحدہ

جہان ہی دل لگی باہم گرد و نونکی دو جانب
نہ ہولے منہ سے وہ اور ہم ہوئین آنکھیں چار دو جانب

لگی ہی دل ہو دل ہین ان خبر دو نونکی دو جانب
رہی اک ٹکٹکی دو نو ہر دو نونکی دو جانب

عجب ہی کہ ہم وہ یون لپٹ کر رات کو سوئین
نہ بدلی جائے کروٹ تا سحر دو نونکی دو جانب

اُٹھاتا کیون ہی رخسار ون سی تو زلفوں کو منہ سے
حفاظت کے لیے ای سیمبر دو نونکی دو جانب

ہرا دل اور جگر ہو کر نہ منہ سے تیغ دو ابرو سے
وہ پھینکے بوٹیان کر کر جگر دو نونکی دو جانب

نہ ہر تا کوہ مین فرہاد اور نی دشت مین مجنون
نہ لیجاتی اجل دو نونکو گر دو نونکی دو جانب

وہ دیکھے آئینہ اور ہم آئینہ سے کیا تماشا ہی
کہ ہی اک جلوہ منظور اور دو نونکی دو جانب

نہ جائے بتکدہ یکسو برہمن نی شیخ کعبے کو
محبت گر ہو سے راہ پر دو نونکی دو جانب

ہوے وہ حسن مین مشہور اور ہم عشق مین رسوا
رہی شہرت جہان مین ای ظفر دو نونکی دو جانب

کرتی ہی ہر لحظہ مجکو مری جان کیا ہی خراب
کاہش جان سے ہوئین بھی عشق مین کیا ہی خراب

ماہ سرگردان ہی اور ہی تہ بار گران
خوب دیکھا تو بہان ہی نہ سے تا ماہی خراب

دیکھ میرا حال کیا سوز گداز عشق ہی
بزم عالم مین ہی جون شمع سحر گاہی خراب

وا نہو غنچہ تو پھر کیون ہو پریشان اسقدر
کرتی ہی اسکو صیاد تیری ہوا خواہی خراب

کرتی ہی غمزہ نرگس فتان عجب عجب
مارے ہی پیچ سنبل پیچان عجب عجب

گہ یاس گہ امید گہی رنج و گہ خوشی
مہمان ترا دل میں ہیں مہمان عجب عجب

شب کو جو اسکی زلف کا بندھ جاتا ہی خیال
ہم دیکھتے ہیں خواب پریشان عجب عجب

مجروح تیغ عشق کو دکھلائے ہی مزے
قاتل ترا الیٰ نمک افشان عجب عجب

ای چشم یار بار نہو دیکھ اشکبار
ہر بار تجھسے اٹھتے ہیں طوفان عجب عجب

سرنامہ میرے نام کا اور خط رقیب کا
ظالم ترے ستم سے کئے ہیں عنوان عجب عجب

ہو جاؤں کیونکہ محو تماشا نہ یک بیک
دیکھوں تماشے جا کے جو میں وان عجب عجب

غمزہ عجب نگاہ عجب اور ادا عجب
کچھ دلربائیوں کے ہیں سامان عجب عجب

وہ لوگ اس زمانے میں ہیں ای ظفر کہاں
دیکھے ہوئے ہیں آپ نے انسان عجب عجب

ردیف باء فارسی

یون تو سیکھے ہیں بہت آپنے عالم سے فریب
سیکھو عالم سے نرالا کوئی تم ہمسے فریب

مطلع ثانی

ایکدن وہ تھا کہ تم پوچھتے تھے ہمسے فریب
اب لگے آپ ہیں دینے ہمیں سو دم سے فریب

جام مے دیکھے ہیں کتنے ہو لو ساغر جم
بارے اب دینے لگے آپ بھی جم جم سے فریب

دہان کر بار سیہ بوسہ لینے پاسے
کھا گئے سب کو ہم اس طرۂ پرخم سے فریب

غیر کیا دیگا فریب آنکے لاحول ولا
بھاگے ہی صورت شیطان اس آدم سے فریب

ہے نہان ہمسے روٹھ کر تم اٹھائے گئے قدم چھپا چھپ

نجانے دینگے لپٹ کے بوسے تمہارے لینگے ہم چھپا چھپ

زبان ہے قینچی سی انکی چلتی جو کچھ کہ کترینگے گل تو اے دل

اوڑا ہی دیوینگے تیرے پرزے ابھی خدا کی قسم چھپا چھپ

جو کچھ وہ حرف تم ہو لکھتے تو پھر ون تم دل مین سوچتے ہو

یہ کیا کہ غیرون کو خط یہ خط ہو ہمیشہ صاحب رقم چھپا چھپ

نفس کی ہے جو کہ آمد و شد بغور کر سیر اسکی غافل

کہ دیکھ ظاہر ہو رہی ہے کیونکر رہ وجود و عدم چھپا چھپ

خدا بچاوے کہ ان لٹیرون کو یاد لپ جھپ ہے اس بلا کی

کہلے ہی جاتے ہین دین و ایمان کو لوٹ کر یہ صنم چھپا چھپ

زہے نصیب انکے عاشقون کے کہ بے تامل رہ وفا مین

اڑا دے سر ایک دم مین سب کے وہ لیکے تیغ دو دم چھپا چھپ

ظفر ہزار آفرین و تحسین کہ واہ کیا خوب اس غزل مین

لکھے ہین اشعار عاشقانہ اٹھا کے تونے قلم چھپا چھپ

تجکو ہو جائیگی بیدرد خبر آپ سے آپ	ہوگا ظاہر پہ مراد رو جگر آپ سے آپ

مطلع ثانی

ہی پسند اپنے تو زاہد بادہ خواروں کا ملاپ
ہو مبارک تجکو یہ پرہیزگاروں کا ملاپ

مطلع ثانی

تیری یاری میں گیا سب سے یاروں کا ملاپ
ایک ملنے سے ترے چھوٹا ہزاروں کا ملاپ

جلتے ہی پروانہ سان جان اپنی کی تجپہ نثار
تو نہ کیا اے شمع رو ہم جان نثاروں کا ملاپ

جو ہی میرا دوست تم دشمن ہوا اُسکی جان کے
تمکو کب بھاتا ہی میرے دوستداروں کا ملاپ

رنج و غم دونوں یہ مدت سے ہی غمگسار
ترک مجسے کیونکہ ہوا ن غمگساروں کا ملاپ

زخم دل اُنکے بھی ملجائین اگر منظور ہو
اے ستمگر تجکو اپنے دلفگاروں کا ملاپ

پس زمین و آسمان سکے تو نہ قلابے ملا
ہمنشین ہی سخت مشکل ما ہپاروں کا ملاپ

کیا جلا آئینہ کو ہوتی ہی خاکستر سے دیکھو
صاف کر دیتا ہی دل کو خاکساروں کا ملاپ

دیکھو باعث مہر کے دل پر ہوا کا غذ کے داغ
اے ظفر اچھا نہیں ہی نابداروں کا ملاپ

ردیف تاے فوقانیہ

خواہ ہو جمعہ کی اور خواہ ہو اتوار کی رات
کٹے مشکل سے ہی ظالم ترے بیمار کی رات

نہ دیا سونے خلش نے تری مژگان کے مجھے
نشتر خار تھے بستر میں جگہ تار کی رات

تار اشکونکا جو باندھا تھا مری آنکھوں نے
ہر مژہ ایک لڑی تھی در شہوار کی رات

سمجھو نہ صحن چمن مین اسے گل نرگس
جھکی ہوئی ہی ظفر چشم پر خمار بسنت

ہی خوب گرچہ اُس مہ کنعان کی صورت
لیکن ہی کہان تیری سی اس شان کی صورت

ہی شاخ گل اس بن مجھے کیا تیر کے مانند
آتا ہی نظر غنچہ بھی پیکان کی صورت

صورت کو تری صورت تصویر ہی تکتا
ہی اب یہ ترے عاشق حیران کی صورت

سودائی ترے رہتے ہین با حال پریشان
ای یار تری زلف پریشان کی صورت

یاد آتی ہی ہر سورۂ قرآن کو سنکر
وہ روی کتابی مجھے قرآن کی صورت

کہتا ہون جو صورت مجھے ایجان دکھادے
کہتا ہی کہ کیا دیکھیگا تو جان کی صورت

انسان ہی وہی جسمین ہو انسان کی سیرت
ہین یون تو ہزارون ظفر انسان کی صورت

ردیف تاے ہندی

روز لیتا ہی جو خون عاشق مضطر کو چاٹ
لگ گئی ہی کیا یہ ای قاتل ترے خنجر کو چاٹ

ایسی دنیا کی حلاوت پر گرے اہل ہوس
جا بینگی یہ مکھیان گویا کہ اس شکر کو چاٹ

جرعۂ می کا تو زاہد کو کہان ہی حوصلہ
مست ہو جاوے اگر لیوے ذرا ساغر کو چاٹ

کان کے آویزہ نعلین پہ کب ہی زلف یار
سانپ یہ بیٹھا ہی لیتا ہی جو ہو کر چاٹ

جانتے ہو کہ وہ مجھسے ہے کشیدہ خاطر
غیر کا سر تری زانون پہ رہیگا یون ہین

ہمنشینون اوسی تم کھینچ کے یہان لائی عبث
سر کوئی سنگ سی ٹکرائے تو ٹکرائے عبث

نکلیا کام کچھہ ایسا جو وہان کام آتا
کھوئی یہان عمر ظفر ہنسنے یونہین ہای عبث

ہین یہان رنج کے آثار خوشی کے باعث
اشک آنکھون سی ٹپکتے ہین ہنسی کے باعث

عجب آیا ہین عالم لنظر اللہ اللہ
دیکھیین اون دانتو مین رنجین جو مسی کے باعث

ہول دل بجھو مجھے خواہ بتاؤ خفقان
ہے یہ جو کچھہ سو تمھاری خفگی کے باعث

میری زخمون سی نرکھہ آب دم تیغ دریغ
خشک لب چاہتے ہین تشنہ لبی کے باعث

تم جو غصے ہو تو غصہ مرے سر آنکھون پر
پر بستر طیکہ نہو اور کسی کے باعث

سطر ابرو نہین اوس روی کتابی پہ ظفر
ترک کاتب نے لکھی ہے غلطی کے باعث

ردیف جیم تازی

غم فرقت سے تری جب کہ رہی بند مزاج
سو مفرح سے بھی اوسکا نہو خورسند مزاج

سن تو لیتے ہین مرا حال جو کچھہ کہتا ہون
اونکا برہم مری جانب سے ہی ہر چند مزاج

آگیا چشم کے بیمار کا دم آنکھون ہین
تونے پوچھا نہ کبھی کیون ہے کسلمند مزاج

و دیگر

آتش افروز ہو ساغر میں جو روی ساقی | جلوہ گر ہو روش برق مے ناب میں موج

ہیں سے وہ اور ہم اوس سے ہیں ظفر یوں باہم
موج میں آب ہو جس طرح سے اور آب میں موج

ردیف جیم فارسی

پیچ سے زلف کی چلتا نہیں تدبیر کا پیچ
کہ یہ ہے اے دل شامت زدہ تقدیر کا پیچ

کر اتشتاق سے ہے بحشش گرداب فنا
اے ستمگار تری جوہر شمشیر کا پیچ

حرف پیچیدہ سے مضمون لکھا پیچیدہ
پیچ در پیچ ہے تو خط تری تحریر کا پیچ

نہ بچا پیچ سے کوئی بھی پل گردوں کے
گو یہ ہے پیر مگر ہے غضب اس پیر کا پیچ

پاؤں پڑ بڑ کے جو رکھتی ہے مجھے زنداں میں
اے جنوں کیا ہے خدا جانے یہ زنجیر کا پیچ

لیگئی کھینچ کے کس پیچ سے میری دل کو
نہ کھلا مجھپہ کچھ اوس زلف گرہگیر کا پیچ

سیکڑوں پیچ وہ ہر بات میں کرتا ہے ظفر
ایک ہو تو کہوں اوس شوخ کی تقریر کا پیچ

چل گیا دل پہ جو اوس زلف گرہگیر کا پیچ
تھا یہ اے بخت سیہ اپنی ہی تقدیر کا پیچ

بوسہ دینے میں ہو تم پیچ کی باتیں کرتے
ہم نکالیں گے کوئی اور ہی تدبیر کا پیچ

حلقۂ زلف کو دیکھ کر سر ابرو دیکھو
تمنے دیکھا نہو گر جوہر شمشیر کا پیچ

خبر نہ تھی ہمکو آنسوؤنکی یہہ ہونگے طفل ابتر
ہوئی ہر اک چشم تر ہماری گلی آخر کو ہار سچ مچ

مثال پروانہ جان دیدین ہین اپنی اوسپہ جو شمع رو پر
کہ تا وہ جانی یہ سوختہ جان ہمارا ہو جان نثار سچ مچ

یہ کیا ستم ہو کہ میری جانب سی کوئی غماز کوئی مفسد
اگر کہی جھوٹ موٹ بھی کچھہ تو جانتا ہی وہ یار سچ مچ

بہاؤن رخسار زرد پر ہین جو عشق مین اپنی اشک گلگون
دکھاوین آنکھون سی اک جہانکو خزان مین جوش بہار سچ مچ

بچائی اللہ اس بلاسی وہ زلف کافر بری بلا ہے
کہ ڈس لیا ون ظفر ہزارون کا ہے نہ مانند مار سچ مچ

ردیف حای مہملہ

جہان گیا مین میری طرف سی جبین کچھہ آئی اور طرح
تیوری اوسنے دیکھہ کر مجکو آج چڑھائی اور طرح

لکھا اوسنی اور طرح پر قاصد پرچہ کاغذ کا
تو نی مری پر جاکی کوہی بات بنائی اور طرح

دست و پا گر باندھ لیے مہندی نے تمھارے خوب ہوا
بن نہین آتی یون تو تمسی ہاتھا پائی اور طرح

ظاہر و باطن ایکطرح پر تجکو نہ دیکھا آئینہ رو
دل مین صفائی اور طرح ہے منھہ پہ صفائی اور طرح

لاکھہ دوائین دیدین اطبا تیری مریض ہجران کی
ہو نہ سوای وصل علاج درد جدائی اور طرح

بام پہ چڑھکر کس مہوش نی جلوہ اپنا دکھایا ہے
دیتا ہمکو آج فلک پر چاند دکھائی اور طرح

ایک طرح پر بات ہو تو کچھہ بات کا اونکی بھروسا ہو
کہتے ہین منھہ سی اور طرح ہے جی مین سمائی اور طرح

غنچہ نہین ای باد صبا یہ جسکی گرہ تو کھولے گی
میری گرفتہ دل کی ہو گی عقدہ کشائی اور طرح

اوڑتے ہین اوسان کہ دیکھین سر گنتو نکی اوڑتی ہین
سان پر اوسنی آج ظفر تلوار لگائی اور طرح

پھر کہاں ہم سے کشاکش تو کریگا ہمکو یاد
کرلے اب ہم پر ستم ای دلستان اچھی طرح

اسقدر جلدی ہی کیا بیٹھو سنبھل کر وقت ذبح
تا مری گردن پہ ہو خنجر روان اچھی طرح

پاس لیچل اوسکے کہتا ہی دل خانہ خراب
جانتا بھی ہین نہین جسکا مکان اچھی طرح

آئے تم اوسدم کہ جسدم آنکھیا آنکھون مین دم
مین نے دیکھا بھی نہ تمکو میری جان اچھی طرح

اتنی بھی فرصت ندی ہمکو فلک نے ای ظفر
کرتے اوس کوچہ مین ہم آہ و فغان اچھی طرح

سوز غم سے ہے پڑا دل کو ہمارے بے طرح
لا رہے گی گرمی محبت کی حراری بے طرح

چل بچا ہے زخم مین تلوار دیکھ ای جنگجو
کرتا ہی ابرو سے تو اپنے اشارے بے طرح

جنبش گیسو سے کہدے دل ہے وہ تابع تو آن
کوڑی اس شامت کی باریکو نماری بے طرح

جی ڈرے کیونکر نہ میرا ای شب تار فراق
آنکھیں دکھلانے لگے مجکو ستارے بے طرح

پارہ پارہ کرکے چھوڑینگے کتان کیطرح سے
دل کے درپے ہین مرے یہ ماہ پارے بے طرح

خانۂ دل کو لگی کیا آگ سوز عشق سے
ہر بن مو سے نکلتے ہین شرارے بے طرح

دیکھنا سودا زدہ نکلا اور بگڑیگا مزاج
تمنے ہین دل آج زلفون کی سنواری بے طرح

دل کو لیکر تم مقرر ہوگی خواہان جان کے
مجکو آتی ہین نظر تیور تمھاری بے طرح

ای ظفر کس طور سے کس طرح سے کیجے نباہ
ان طرحدارون کی ہین اطوار ساری بے طرح

تری چشم کی گردش ہی جس سے ای ساقی
جو کشت و خون پہ ہمارے نہین کمر باندھی

مثال جام ہی ہر سبزہ ہر جوان کو چرخ
تو باندھے ہوتا ہی کیون تیغ کہکشان کو چرخ

سبب جو چرخ کی گردش سے کیا نبچے انسان
یہ چرخ وہ ہی کہ دے ہی فرشتہ خاک کو چرخ

نہین ستارے یہ بکھرا دیا اپنی چشم مین اشک
شب فراق مین سنکر مری فغان کو چرخ

جو خاک بھی ہون تو ہون فخر دین کے در کی
ظفر چھوڑا دے نہ مجھو سے اس آستان کو چرخ

تری فرقت کے دل گرم اضطراب مین سیخ
ہی اس طرح کہ ہو جس طرح سے کباب مین سیخ

خمیدہ ہو گئی اب حلقے ضعف پیری سے
قد اپنا تھا جو کبھی عالم شباب مین سیخ

تنور چرخ سے لیتے گرسنہ کبھی اوتار
ذرا بھی لگتی اگر قرص آفتاب مین سیخ

کباب کا جو مزا ہی زبان میکش پر
سکے ہی شیخ کو یہ نشہ شراب مین سیخ

پلا دہ بنگ ہمین ساقیا کہ سینک تو کیا
گھڑی ہو چاہیے اس جام پر شراب مین سیخ

لگو نہ شیخ کے منہ دیکھو آج ای رندو
کہ اسکی ریش کا ہر بال ہی عتاب مین سیخ

مزا شراب کا ساقی نہین بغیر کباب
پکا سکے لا کوئی اس سپر ماہتاب مین سیخ

شتاب کر تو مہیا پر اس سلیقہ سے
کہ نی کباب جلے اور نے شتاب مین سیخ

وہ سیخ آہ ظفر ہی جگر کبابون کی
نہ دیکھی ہو گی کبابی نے اپنے خواب مین سیخ

ای ظفر آئیگا کون آج تمھارے گھر مین
تم جو گھبرائے ہوئے پھرتے ہو باہر اندر

کرے ہی نکہت گل دمبدم چمن مین سفر
ہمیشہ خانہ بدوشون کو ہی وطن مین سفر

کچھ ایسا آنکے قاصد سنا گیا ہی پیام
کہ روح کر گئی قالب سے اک سخن مین سفر

خدا کی راہ مین شیطان بھی ہی بچکے چلو
مسافر وہی گذرگاہ راہزن مین سفر

وفور اشک سے ہی ہر نگاہ دیدۂ تر
ہمیشہ کرتا ہی دریا موج زن مین سفر

کہان مین اور کہان کوی عشق یہ جانو
لکھا تھا کعبہ کا تقدیر برہمن مین سفر

جہان سے کتنے ہی ناکام کر گئے آخر
تمھاری آرزوے بوسہ دہن مین سفر

ہوا نصیب سمندر مہر کو نہ خیمۂ نو
کیا ہمیشہ ظفر خیمۂ کہن مین سفر

کیونکر نہ خاکسار رہین اہل کین سے دور
دیکھو زمین فلک سے فلک ہی زمین سے دور

پروانہ وصل شمع پہ دیتا ہی اپنی جان
کیونکر رہے دل اسکے رخ آتشین سے دور

مضمون وصل و ہجر جو نامہ مین ہو رقم
ہین حرف بھی کہین سے ملے اور کہین سے دور

گو تیر بے گمان ہی مرے پاس پر ابھی
جائے نکل کے سینۂ چرخ برین سے دور

وہ کون ہی کہ جاتے نہین آپ جسکے پاس
لیکن ہمیشہ بھاگتے ہو تم ہمین سے دور

حیران ہون کہ اسکے مقابل ہو آئینہ
جوہر غرور کھینچتا ہی ماہ مبین سے دور

ظفر ہی راہ زخود رفتگی عجب ہموار
کہین بھی جسکی نہین درمیان نشیب و فراز

اپنا اثر دکھانے اگر عشق جان گداز — کر ڈالے کوہ کو بھی آہ و فغان گداز
دل میرا موم شعلۂ آتش ہی جسقدر یار — ہو جاے موم آگ سے کیونکر نہ یان گداز
تاثیر سوز دل سے مرے کیا عجب کہ ہو — مانند شمع تن مین ہر اک استخوان گداز
دل دم مین زاہدان خشک دل کا نشین ہو — ہو آفتاب ساغر مے سے مغان گداز
دل اس سے ہی دو چار کہ جسکی نگاہ گرم — ہی عقل و فہم سوز شکیب و توان گداز
دل میرا سخت کیا ہی وہ آفت ہی بیرحم — آہن بھی ہو تو اس سے ہو ای دلستان گداز

ہمسر ہون کیون حجر نالہ سے کیا نالہ نے
اسمین ظفر یہ سوز کہان اور کہان گداز

نکلا ہی رخ پہ خط تیرے ای شوخ ماہ سبز — کیا گل زمین حسن سراسر ہی واہ سبز
اُس شوخ سبزہ رنگ نے کشتہ کیا جسے — رہتی ہی اُسکی خاک پہ اکثر گیاہ سبز
کیا اعتبار یان کی خزان و بہار کا — ہی رنگ اس چمن کا کبھی زرد گاہ سبز
اُسکی زقن پہ سبزۂ خط کی نہین نمود — کاہی سے ہو گیا ہی سراسر یہ چاہ سبز
برسا ہزار بار یہان ابر نو بہار — نخل مراد پر نہوا اپنا آہ سبز
انسان کی زیب یہ ہی کہ یکرنگ دل سے ہو — ظاہر مین خواہ سرخ ہو پوشاک خواہ سبز

[illegible]

دیگر

[illegible]

محو ہوں یاد رخ و زلف میں اسکی ایسا
بھول جاتا ہوں ظفر صبح کو میں شام کی چیز

بوسہ روز آپنے ٹھہرایا تو دو روز کا روز
کیوں چڑھا ہے تم اس عاشق دلسوز کا روز

رکھتا ہی مہر جہانتاب کو بھی گردش مین
شوق دیدار کسی ماہ دل افروز کا روز

اشک طوفان جو اٹھاتا ہی کہوں کیا کہ چھپا [illegible]
یہ تو اک کھیل ہی اس طفل بد آموز کا روز

کل گئے ہوش و خرد آج گئے صبر و قرار
مال لیتا ہی مری جان غم اندوز کا روز

جلوہ افروز اگر ہو نہ وہ خورشید لقا
شب یلدا سے نہو کم مجھے نوروز کا روز

عشق میں ٹھہر گئی ہی یہ بروزی میری
زخم کھاتا ہی مجھے اس ناوک دلدوز کا روز

چرخ فیروزہ پہ یہ مہر کو دیتا ہی فروغ
ای ظفر جلوہ ترے طالع فیروز کا روز

خاطر سے میں ہوں آپکی سنتا کلام تیز
ورنہ زبان تو رکھتا ہے یہ بھی غلام تیز

خورشید بھی ہی دیکھکے گردوں پہ کانپتا
ہوتے ہیں جب کسی پہ وہ بالائے بام تیز

لائی ہی کھینچکر کشش دل میری اسے
آتا ہی اس طرح سے جو وہ خوشخرام تیز

پی جانا اشک خون کا ہمارا ہی کام ہی
کون ایسی پی سکے ہی مے لالہ فام تیز

گرمی ہی کیوں سوا اثر مہر کی زیر زلف
ہوتا ہی آفتاب کہاں وقت شام تیز

کرتا ہی عاشقوں ہی کو تو ذبح شد غم
رہتی تری چھری ہی انھیں پر مدام تیز

[illegible]

ردیف میم مہملہ

[illegible]

مطلع ثانی

[illegible]

تیرے جلوے نے دیا دل کو جلا ماہ جبین
یہ تعجب ہی کہ ہوتا ہے قمر میں سوزش

سوزش دل نہیں جاتی کہیں جاؤں جہاں
گھر کے باہر ہی جو سوزش وہی گھر میں سوزش

داغ سے دوزخ میں ہے ایک محبت میں تیری
آتش غم کی دل و جان کے شرر میں سوزش

ہیں سردی و گرمی سے ہی دیوانۂ عشق
نہ اُسے خلد میں ٹھنڈک نہ سقر میں سوزش

ہو دل پیر میں گر عشق کی گرمی تو یہ جان
ابھی باقی ہی کچھ اس شمع سحر میں سوزش

میری تاثیر دم سرد سے عالم میں ظفر
نہ ہی شعلہ میں گرمی نہ شرر میں سوزش

بات میری جب ترے دل پر ہوئی بار نقش
فائدہ کیا جبکہ لکھوں روز گرہ و چار نقش

ہو نگین خاتم دست سلیمان وہ نگین
جسپہ ہووے نام تیرا اے پری رخسار نقش

وہ ہوا اک بار غیروں پر نہ گرم عتاب
ہمنے لکھ لکھ کر جلائے آگ میں سو بار نقش

نقش اپنا تو دکھا دے جسکو اے پردہ نشین
ہو وہ یوں حیرت زدہ جیسے سر دیوار نقش

نقش بر آب اپنا جینا جگ ہستی میں سمجھ
ہے کہیں بھی ٹھہرتا پانی پہ اے ہشیار نقش

تیرا خط ہی اے بت تو خط اُسے تعویذ ہی
تیرے بیمار محبت کو نہیں بیکار نقش

میرے سجدوں سے اُسکے در پہ ہوں اگر نقش و نگار
اے ظفر ایک ایک ہو وہ رشک صد گلزار نقش

ردیف صاد مہملہ

ردیف ضاد معجمہ

کون کہتا ہی کسیکو گھر میں آؤ بے غرض
کچھ لگاؤ بھی نہیں ہے پہ لگاؤ بے غرض

حضرت دل گر نہو تمکو غرض اُس زلف سے
آپکو دام بلا میں کیوں پھنساتے ہو بے غرض

پھر سنو گے تم مقرر آج جاؤ گے کہاں
یہ نہیں تمنے کیا اپنا بناؤ بے غرض

کیا غرض تمکو مرا دل اس سے گر پھیرا نہیں
ناصحو بک بک کے تم ہر بات پھر ادبیجے غرض

قصد شبخون ہی کسیکا ورنہ تم کیشام کو
پان کالا کھا مسی پر یوں جماؤ بے غرض

جو کہ ہیں اپنی غرض کے یار وہ عیار ہیں
اُنکو جانو یار جنکو یار ہو بے غرض

اپنے مشتاقوں سے جان گر رو نمائی میں نہ لو
کیا غرض تمکو جو تم صورت دکھاؤ بے غرض

شمع کو بھی ہیں جلاتے کچھ غرض کیواسطے
یہ غضب کیا ہی کہ تم ہمکو جلاؤ بے غرض

ای ظفر صاحب غرض سے بھاگتے ہیں لوگ دور
اِس زمانے میں کہیں جاؤ تو جاؤ بے غرض

ردیف الطاء المہملہ

منظور رو ئے یار ہی قرآن کے بالعوض
در کار کفر زلف ہی ایمان کے بالعوض

راضی ہوں دل سے لینے وہ ناوک فگن اگر
سینہ سے دل نکال دے پیکان کے بالعوض

شکل شرار جو تیمے میں فرگان سے اشک گرم
برسے ہی آگ ابر سے باران کے بالعوض

منظور گر معاوضہ ہو وے تو جان تک
دے دیجیے بوسہ لب جانان کے بالعوض

چین و تتار گر حبیب مجھے دے کوئی نہ لوں
میں اُسکی تار زلف پریشان کے بالعوض

گر زہر مرگ ہو تو گوارا ہو وہ مجھے
ای یار تلخی غم ہجران کے بالعوض

روز وصل کے نہ کہہ حال کہ وہ رکتا ہی دل مین
کر گریہ کو تو اپنے ظفر وقت بیان ضبط

اُسنے پوشیدہ الٰہی کیسے لکھا ہی خط
خط وہ میرا جو قاصد نے کہا یون اُسنے
دیکھے وہ رشک چمن کیا وہ چمن مین سبزہ
ہوگا اس رنگ سے معلوم کہ خون ہوگا مرا
ہی کہ شاید دل صد چاک کے مضمون کا اثر
کیون نہ خوش دل شگفتگی سے ہو مری نو خط

سنتے ہیں ہم کہ چھپا کر کہیں بھیجا ہی خط
تو کہاں بیٹھے ہی اُٹھا لایا یہ کسکا ہی خط
سبزہ جسنے ترے رخسار کا دیکھا ہی خط
وہ ہو شنگرف سے اکثر مجھے لکھتا ہی خط
کر سکے چاک اُسنے جو قاصد بھیجا ہی خط
کہ خطون مین بھی شکستہ سے لکھاتا ہی خط

خط مین لکھی ہی ظفر جسکی شکایت ہمنے
ہاے پڑھواتا اُسی سے وہ ہمارا ہی خط

ترا آنسوؤن مین ہو نہ اگر چشم نم سے خط
آزاد پھر نہ کیجیے ہمین شرط ہی یہی
یاران رفتگان کا لکھے حال کس طرح
بہتر ہی رخ ترا گل گلزار خلد سے
دشمن ہزار وار کرے گر نہو قصد
کھینچی تری کمر جو مصور نے مو کمر

جل جائے لکھتے لکھتے مرا سوز غم سے خط
لکھوائے گر مین آپ غلامی کا ہم سے خط
بھیجا نہین کسی نے بھی لکھکر عدم سے خط
خوشتر ہی تیرا سبزہ باغ ارم سے خط
تن پر پڑے نہ ایک بھی تیغ دو دم سے خط
باریک ایک کھینچ دیا مو قلم سے خط

دوہا

لکھو خدا کے لیے وجہ اس تغافل کی
لکھا جو تمنے نہیں اب تلک ظفر کو خط

جو پہونچا اپنا دست یار میں خط
کھلا وہ محفل اغیار میں خط

نوشتہ میں ہی رسوائی ہو قاصد
گرا دے ہی میرا بازار میں خط

خط رخسار اُس رشک چمن کا
ملا دے ہی خط گلزار میں خط

بنو وسے سوت تو جلوا دے کبھی
پڑے تن پر نہ اک سو وار میں خط

نہ پہونچا قاصد اُس پردہ نشین تک
دہو آیا روزن دیوار میں خط

خدا تعویذ دو بیسی ہی ہے
کہ ہو سر پر ترا دستار میں خط

ظفر کا راز سربستہ کھلے گا
نہ پڑھ ہو تو بیٹھ کر دو چار میں خط

دیگر

جو بھیجے ہی مجھے مجنون اُجاڑ میں سے خط
تو کوہکن بھی ہی لکھتا پہاڑ میں سے خط

کوا کھول نہیں سکتا اگر وہ پردہ نشین
تو پھینک دے ہی بہو نکی دراڑ میں سے خط

لگی ہیں یار کے اغیار جمع ہیں قاصد
نجانا لیکے تو اس بھیڑ بھاڑ میں سے خط

جلایا کاغذ اگر سوز دل کے مضمون نے
تو نامہ بر مجھے کیا دیگا بھاڑ میں سے خط

رہا یہ یار سیہ گاس ہی کے نیچے نہان
نہ نکلا سرمہ کا مژگان کی آڑ میں سے خط

ہوا اتفاق کل جو مرا پلنگ کے نیچے گم
سو بار آج وہ پایا عمود اڑ میں سے خط

غزل در بیان خط

دیگر

ردیف الطاء المہملہ

ہمدمون عشق کی نہ پوچھو شرط
جان دیجے تو کچھ ادا ہو شرط

ہو تمھاری نہ جائیگی بدلی
اسمین جو چاہو ہمسے بدلو شرط

ہمسکو منظور ہار ہی اپنی
ورنہ تم اور ہم سے جیتو شرط

دل بچا یسکے علاج مین ہی
وصل دلدار ای طبیبو شرط

دل بند معا زلف سے نہین چھٹتا
اُسکے چھٹنے مین تم نہ باندھو شرط

یون کسیکو ہی کون دیتا دل
دلبری بھی ہی دلربا کو شرط

اُسکا دشوار ہی بجا لانا
ہی محبت کی ای ظفر جو شرط

ردیف الظاء المعجمہ

دن ہلے جنبش ابرو سے ترے دل مضبوط
جیسے بھونچال سے جاتا ہی مکان ہل مضبوط

مدار ہی نہین ہستی کو کہ ہی سست بنا
یان محل اپنے بناتے مین یہ غافل مضبوط

دل سکے کچے نہین ہم جان تلک دیتا ہی
گر رہے قول یہ یہ جور شمائل مضبوط

مشین باتین بناتے ہین ہزارون آسان
لیکن ایک بات یہ ہو جاتی ہی مشکل مضبوط

عمل تیغ محبت سے بچوے تا حشر
تھام لے ہاتھ مین گر دامن قاتل مضبوط

زخم پر زخم لگا تیغ ستم سے قاتل
اُف نہین کرنیکا ہی دل کا یہ بسمل مضبوط

ای ظفر کیونکہ عقیدہ مین ہو اپنے سستی
جبکہ کر دے مدد مرشد کامل مضبوط

ردیف العین المہملہ

سایہ مین اسکے طرۂ مشکین کے بنگیا	رخسار نشین شب دیجور کا چراغ

روشن دلون کے قرب مین ہین لاکھ فائدے
آتا نہین ہی کام ظفر دور کا چراغ

ای پاس اپنے اس رخ پر نور سے چراغ	ای ماہ نو دکھا نہ ہمین دور سے چراغ
روشن ہو چشم مست کے کشتہ کے گور پر	روغن کی جای بادۂ انگور سے چراغ
شعلہ کو میری سوزش دل پر جو رشک ہی	جلتا ہی بزم مین تری مذکور سے چراغ
رونق ہی تفتہ جانو نکو بخت سیاہ سے	پاتا فروغ ہی شب دیجور سے چراغ
بو سوریون کے گھر مین نہین روشنی کا کام	مانوس کب ہی خانۂ زنبور سے چراغ
مہر رسے تجلی انوار حسن یار	ہی میرے گھر مین روشنی طور سے چراغ

روشن ہوا آفتاب قیامت کا ای ظفر
ہم دل جلون کی شمع سر گور سے چراغ

یہ بات کہدین مصلحتاً تجھسے ہم دروغ	ای بت قسم نہ کھا کہ خدا کی قسم دروغ
صد خط اسنے لکھ کے جو بھیجا کبھی تو کیا	تحریر جو ہی اسمین وہ ہی یکقلم دروغ
ابرو کو اسکی کہتے ہین سب تیغ اصفہان	ہی اصفہانیو نمین کہان ایسا خم دروغ
قسمین کھاتے کھاتے جان مری لب پہ آگئی	وہ اب بھی جلتے ہین جو اعمال تم دروغ
مانے نہ تو کچھ کہا نہین تم کہتے ہو کہا	کیا ہیون اس دروغ کو ہی ستم دروغ

ردیف الف

ظفر

جلد دوم دیوان ظفر

جو دیکھوں بزم مین اُس شمع جنگجو کی طرف
چھری کو دیکھ کے دیکھے ہے تیرے گلو کی طرف

تجھی کو دیکھتے ہین اپنے دل کی آنکھون سے
ترے سوا نہین ہم دیکھتے کسو کی طرف

جو پائی بزم مین ساقی تری جگہ خالی
پھر آیا دیکھ کے دل ساغر و سبو کی طرف

تصور اُس قد دلجو کا چشم تر مین ہے
چمن مین دیکھیے کیا سرو آبجو کی طرف

تلاش مشک مین جاتا ہے چین کو سوداگر
چلا دل اپنا نہین زلف مشکبو کی طرف

نہ اسکی بزم مین آنسو بہائیو اے چشم
نگاہ رکھیو ذرا میری آبرو کی طرف

ظفر مین اُن سے کرون بات کیونکہ محفل مین
لگائے کان ہین سب میری گفتگو کی طرف

اور بھی بیمار غم کی کل خبر چارون طرف
آج کچھ سنتے ہین احوال گر چارون طرف

ڈھونڈتی ہین جسکو آنکھین وہ نہین آتا نظر
ہم بہت دوڑاتے ہین اپنی نظر چارون طرف

خاک بھی ہوکر رہا آوارہ ہی مین خاکسار
خاک اُڑاتی ہے مری باد سحر چارون طرف

خط مین جو مین نے لکھا سو ہوا اپنا چارسو
اُسنے پھینکا خط کو میرے چاک کر چارون طرف

دل مرا رہتا ہے یون اُس حسن کے شعلہ کے گرد
جیسے پروانہ پھرے ہے شمع پر چارون طرف

کیا نوشتہ مین ہے اپنے دیکھیے ہوتا ہے کیا
خط کے چرچے ہو رہے ہین نامہ بر چارون طرف

ہے وہ دل ہی مین تمھارے تم اگر ڈھونڈو اُسے
پھرتے ہو ناحق بھٹکتے اے ظفر چارون طرف

ہر رقم میں اُسکا انداز رقم ہی مختلف | جو قلم سے اُسکے نکلا یکقلم ہی مختلف
...زہ جو باہیں اُنکے نہیں تھا جسکے باعث اختلاف | کچھ مزاج انکا بہت آگے سے کم ہی مختلف
...و بر و عارض کے تیرے روشنی خورشید کی | صاف مثل نور شمع صبحدم ہی مختلف
...بات کا تیری بھروسا کیا کہ ہمنے لاکھ بار | قول کو پایا ترے بعد از رقم ہی مختلف
...گاہ گریہ نالہ گاہ ہی قلق گہہ اضطراب | میرے دل کی حالت رنج و الم ہی مختلف
...اک طرح پر ہو اگر ظلم و جفا کوئی سہے | ای ستمگر تیری ہر طرز ستم ہی مختلف

باغ عالم میں مناسب ہی بشر کو احتیاط
ای ظفر چلتی ہوا یاں دمبدم ہی مختلف

زلف کافر کا ہی ڈر دین کو ایمان کو خوف | چشم سفاک کا ہی دل کو خطر جان کو خوف
بیدھڑک جلتے ہیں ہم اور وہ بلا کے ہیں نڈر | ڈر نہ ہی صاحب خانہ کو نہ مہمان کو خوف
دل کیا ایسا ہمارا غم حسرت نے خراب | دیکھ کر آتے ہی اس خانۂ ویران کو خوف
دید جاناں سے ہوا پاؤں اُٹھانا مشکل | آگیا دیکھکے جو صورت دربان کو خوف
کم ہو اندیشہ اگر کم ہو مآل اندیشی | جتنا دانا کو ہی اُتنا نہیں نادان کو خوف
گرچہ ہو دشمن جاں سارا نہ ذرہ ڈریے | ہاں مگر چاہیے اللہ کا انسان کو خوف

ای ظفر شافع محشر کی محبت ہو جسے
کیا ہو محشر کا پھر اُس مرد مسلمان کو خوف

ردیف القاف

ہوگا نہ خاک بھی ساتھ جو دل کا قلق	جا کے ہلا دینگے ہم ساتوں زمیں کے طبق
لعل مسی نیب پر اُسکی جو ہی رنگ پان	ہو گئے ہیں کیا کیا خجل دیکھ کے شام و شفق
حال شبِ غم مرا بسکہ نہیں جاتا لکھا	گرچہ سیہ ہوگئے ہیں روز ہزاروں ورق
دل کے ہیں گرد [illegible] جو مشغول اشک	جیسے گلستاں کا لیں طفلِ دبستاں سبق
اسکا خطِ کہکشاں تو نہ سمجھ رات کو	نالے نے میرے کیا سینۂ گردوں کو شق
گو نہ زباں سے کہا رازِ محبت تو کیا	خشک ہی لب چشم تر زرد ہی منہ رنگ فق

لالہ و گل پر ظفر اوس بھی پڑ جائیگی
دیکھ کے رخسار پر اُسکے بہار عرق

جنکے دلوں میں فرق ہی انکی زباں میں فرق	مطلب میں انکے فرق ہی انکے بیاں میں فرق
ہیں خاک اور فلک پر ترا دماغ	ہی ہم میں تجھ میں جیسے زمیں آسماں میں فرق
چلیے سے ہو گمان کے گریاں کیونکہ تیر	ہوتا ہی یاں طبیعتِ پیر و جواں میں فرق
ذرہ ہی تفاوت اُس رخِ پر نور و ماہ میں	ہی تاک میں ہی اور خط کہکشاں میں فرق
ہو کیا غمِ فراق سے حال آگیا دیکھیے	کچھ آگیا ابھی سے ہی تاب و تواں میں فرق
ہی اپنا فیض عشق سے [illegible]	مطلق نہیں ہی اپنی بہار و خزاں میں فرق

ہاں ہی تو یاں ظفر جو نہیں ہی تو ہی نہیں
کچھ نہیں میں فرق ہی اپنی نہ ہاں میں فرق

مطلع ثانی

ہی عاشق دلسوز سراپا شجر عشق / پھل جاتا ہی پھولوں سے ہی سکا ثمر عشق

ہوتے نہ اگر قاصد اشک اپنے روانہ / یار تلک پہونچتی نہ ہماری خبر عشق

نکلے ہی جو یوں داغ بدل خاک سے لالہ / ہی زیر زمین کیا کوئی تفتہ جگر عشق

تھو اسنے لگے آتش دوزخ تو عجب کیا / دکھلائے شرارت اگر اپنی شرر عشق

کیا فائدہ اشکوں کو اگر چشم میں روکا / ہی زردی رخسار سے ظاہر اثر عشق

بجلی گرے اے چرخ اگر اوسپہ بلا سے / لیکن نہ پڑے دل پہ کسو کی نظر عشق

ہو گرچہ دماغ اسکا فلک پر تو بجا ہی
جو آپ کو سمجھے ہی ظفر خاک در عشق

ردیف کاف فارسی

سوزش عشق کی یوں ہو دل بیتاب کو لاگ / جسطرح آتش سوزاں کی ہو سیماب سے لاگ

آنکھ کس طرح لگے میری کہ تجھ بن ہر شب / خواب کو چشم سے ہی چشم کو ہی خواب سے لاگ

آبرو رکھنی جو دریا کو گر اپنی منظور / کو بادہ نہ [illegible] دیدۂ پرآب سے لاگ

کام مسجد سے مجھے کیا مگر اس ابرو نے / شوق میں اپنی لگا دی ہی محراب سے لاگ

آپ کی زلف کے حلقے سے دل ای لحظہ حسن / اس شناور کو ہی اس حلقۂ گرداب سے لاگ

دل لگے اور حسینوں سے نہ [illegible] سوا / لگے جز شمع نہ پروانہ کی مہتاب سے لاگ

[illegible]

قیس و فرہاد کو کیا تاب کہ آگے میرے	گر سکیں ایک قدم عشق کے میدان میں ہل
نیش گژدم کی کبھی ہے ابھی اک دم میں نکال	اتنا ہی گو کہ بچ لو بانسے کرتے کا ہیں بل
یہ بھی کچھ بیچ نوشتہ ہی کا ہی اپنے کہ ہیں	ناوک انداز ترے جو ہیں پیکان میں ہل
زور گریہ کا ہمارے نہیں دیکھا اُسنے	آ گیا اُس سے ہی کچھ جوش جو طوفان میں ہل

آدمی خاک کرے بل کہ اجل سے آگے
اے ظفر اسکا نکل جائے جو اک آن میں بل

تیرا ایوان ہی کیا روضۂ رضوان کی نقل	بلکہ ہی روضۂ رضوان ترے ایوان کی نقل
ماہ نو جسکو بتلاتے ہیں وہ ہی جلوہ نما	ہے مہ زہرہ جبین تیرے گریبان کی نقل
ہے دوات اور قلم اُس رو و کتابی کا خیال	کرتا ہے کیا دل سیپارہ میں قرآن کی نقل
زلف کیا کیا تری ہوتی ہے پریشان نگر	دل سودا زدہ کے حال پریشان کی نقل
لی ہے عکس خط رخسار سے آئینہ نے	اے شہ حسن ترے حسن کے فرمان کی نقل
کرتی ہے کعبہ کو جیسے اک خلق طواف	ہے وہ در اصل دلی حضرت انسان کی نقل

ہے ترے فیض سخن سے وہ سخنور کامل
جسنے اک بار ظفر کی ترے دیوان کی نقل

لیلو اک بوسہ پہ دل عاشق بدحال کا نقد	کچھ سوا کہتا نہیں مانگتا ہی مال کا نقد

مطلع ثانی

[illegible]

چاک کیون جیب جگر اپنا کرین مثل کتان | اگر نہون دیوانہ عشق اُس قمر طلعت کے ہم

ان بتونکی صورتون مین واہ کیا کیا ای ظفر
ہین تماشے دیکھتے اللہ کی قدرت کے ہم

زلف پر تری نظر جب ای صنم کرتے ہین ہم | سورہ واللیل پڑھ کر منہ پہ دم کرتے ہین ہم
کب تمھارا شکوہ جور و ستم کرتے ہین ہم | اور کرتے ہم تو کہدیتے کہ ہم کرتے ہین ہم
وہ قدم اپنا جہان رکھتا ہی وان زیر قدم | فرش آنکھین صورت نقش قدم کرتے ہین ہم
کیا ستم ہی وہ صریحا ہم پہ کرتے ہین ستم | اور کہتے ہین کہ یہ لطف و کرم کرتے ہین ہم
اپنے خارستان مژگان کو ہمیشہ عشق مین | اشک گلگون سے گلستان ارم کرتے ہین ہم
کیا کسی سے خاک ہون وحشت مین اب مانوس ہم | دیکھتے ہین اپنے سایہ کو تو رم کرتے ہین ہم
سچ ہی سچ لکھا ہی قاصد خط سے ہمنے یکقلم | جھوٹ ہو تو ہاتھ بھی اپنے قلم کرتے ہین ہم
شربت خضر اس حلاوت سے پیے گا کوئی کیا | جس شکر سے نوشجان زہر سم کرتے ہین ہم

یہ جو دم کی آمد و شد ہی اسی مین ای ظفر
دمبدم اک سیر ہستی و عدم کرتے ہین ہم

ردیف النون

کرتا مین ترک غم یار کی تدبیر تو ہون | کیونکہ تارک ہون پہ دلگار ہو تقدیر تو ہون

[illegible]

لگے ہیں دل پہ بہت زلف یار کے تسمین
کہاں نصیب ہے مار مار کے تسمین

شکار بند میں تیرے سوار توسن ناز
کہاں نصیب کہ ہوں اس شکار کے تسمین

خدا بچائے اُسے جسکے قتل پر کھولین
بتان ہجر بدہ جو سوکٹار کے تسمین

بتا تو کھینچی کس دن نہین ترے نے لقین
لگے ہیں ڈال کے دو تین چار کے تسمین

فلک نے رعد کے طبلہ پر آج الساقی
چڑھا دیے رگ ابر بہار کے تسمین

ابھی جو ہاتھ لگاتا ہے ایک وہ قاتل
تو چھوٹے نہیں رہتے ہزار کے تسمین

زہے نصیب جو کام آئین ان حسینوں کے
بوقت قصد ترے جسم زار کے تسمین

فقیر جا کے کمر بند باندھتے ہیں سدا
کمر میں ہمت پر استوار کے تسمین

ستم سے ہاتھ وہ کھینچے ظفر بیر کیا امکان
نہ کھینچے جب تلک اس بیقرار کے تسمین

دیگر

قتل کرتی ہیں مجھے آکے سیلی آنکھیں
رہتی ہیں خون سے میری روز رنگیلی آنکھیں

شدت گریہ سے کس وقت جدائی میں تری
آستین کو نہیں رکھتی میری گیلی آنکھیں

نوک جھوک انکی چلی جاتی ہے دل میں میرے
کتنی فرگان میں بلا تیری نکیلی آنکھیں

ڈورا کاجل کا جو ہے وہ رسن گردن دل
کیا تماشا ہوا گر چھوڑدیں ڈھیلی آنکھیں

کھل گئیں جلوۂ رخسار ترا دیکھتے ہیں
مہر و مہ کی بھی اس گنبد نیلی آنکھیں

نہیں ان کافروں سے یہ غم نگہ کی بچھی
مجھے رکھتی ہیں تری سبز نکیلی آنکھیں

مطلع ثانی

اونچ نیچ اچھی جتائی خوب پھیکا ہیچ ہے
ابر باران میں سوا ہیتا ہی مینوشی کا لطف
جوشِ وحشت سے کے ہمارے اور ہی کچھ ڈھنگ ہیں

گہ بلندی پر ہیں اور گاہ پستی میں ہیں
ساقیا دے جام مے بدلی برستی میں ہیں
رہنے دیگا یہ نہ جنگل میں نہ بستی میں ہیں

ای ظفر جو کچھ کیے ہمنے زبردستی میں کام
انکے بدلے مل رہے ہیں زیردستی میں ہیں

جاؤ تم تنہا کہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں
چھیڑوں چین زلف کو میں اور ہی تقصیر ہے
کیا ہوا گو حسن یوسف شہرۂ آفاق ہے
ذی عنایت کی نوازش کیونکہ اُس کافر کو ہیں
زلف کے حلقے میں بھی جیسا زہر شوخ تیرا
جاے تو بالیں سے میرے اور نجا تیرے ساتھ
میں ہوں ایسا چاہتا دل ہو نہ اسیر مبتلا

اور نہ میں بھی بچوں میں ایسا تو ہو سکتا نہیں
ہو نہ وہ چین پر جبین ایسا تو ہو سکتا نہیں
تو ہے پر جیسا حسین ایسا تو ہو سکتا نہیں
دو دل پہ ایمان و دین ایسا تو ہو سکتا نہیں
ماہ بھی ہالہ نشین ایسا تو ہو سکتا نہیں
سیر ہی یہ جان حزین ایسا تو ہو سکتا نہیں
کیا کہوں پر ہمنشین ایسا تو ہو سکتا نہیں

سینہ کاوی بیان کرے کوئی نہ جب تک ای ظفر
نامور ہو جون نگین ایسا تو ہو سکتا نہیں

دن گئے زلف بت کافر میں آ پہونچے تو ہیں
کوئی دن میں دیکھنا لخت جگر بھی آئینگے

شام کو شامت زدہ پر گھر میں آ پہونچے تو ہیں
قطرۂ خون دل کے چشم تر میں آ پہونچے تو ہیں

مطلع ثانی

...ل بخشش سے برابر ہون کہان سنجیدہ طبع	سرد موزون ہی تو کیا نخل ثمر دار ہین
ہر دل مین وہ ہی منھ پر کا ہمین آئینہ دار	ہم نہین ہین وہ کہ دل مین اور منھ پر اور ہین
...بی جوہر سے پائے ہی ہر ایک شعر امتیاز	لعل بھی پتھر ہی ہین لیکن وہ پتھر اور ہین
سوز غم سے جل کے خاکستر تو ہم ہین ہو چکا	ہی جو گرمی سی رہی شاید کچھ اخگر اور ہین
شعلۂ آہ و فغان سے ہم سر چرخ کہن	دیکھتے ہر شب عیان تابندہ اختر اور ہین

ہم قناعت کو تری دولت سمجھتے ہین ظفر
ڈھونڈھتے جو زر کو ہین وہ طالب زر اور ہین

...ہی زاہد نہین آیا ہی میخوارون کے قابو مین	چھلکینگے مزا اگر آ گیا یارون کے قابو مین
...نافع کو ہی مجرا حضرت عشق آپکی دولت	پھنسی ہی جنبش دل جا کر خریدارون کے قابو مین
...ہی مر جائین یا اتنک زندگی سے تنگ ہین لیکن	نہین ہی موت اپنی تیرے بیمارون کے قابو مین
...چشم مست ہی ہوئے کیا تیرے سامنے ظالم	نہین رہتے ہین بالکل ہوش ہشیارون کے قابو مین
...ادا و ناز و انداز و ادا سے دل نہ بچے کیونکر	کہ یہ تو آ گیا بیچارہ ان چارون کے قابو مین
...مین ہین ہر دم دیدۂ تر اشکون سے رو رو کر	کہ اتنا آ پڑے ہم ہر دم آزارون کے قابو مین

ظفر بچتا ہی رہیو دیکھو اہل صومعہ سے تو
خدا کے واسطے آنا نہ مکارون کے قابو مین

...ند اس فکر مین یان رات بھر آج آئی نہین	کہ ہوا کیا جو وہان کی خبر آج آئی نہین

مطلع ثانی

خود نما ہو تم کوئی پردہ مین کیا رکھے تمھین	وہ رکھے در پردہ جو دل مین چھپا رکھے تمھین
حضرت دل کیا کرون مین خو ہی الٹی آپکی	تم اُسی سے رہتے ہو خوش جو خفا رکھے تمھین
ناصحو جانو مرا تم حال گرچہ زلف یار	ایک دو دن بھی گرفتار بلا رکھے تمھین
در داُٹھے اس طرح سے دل مین پھر کیونکر ہو رام	اپنے پہلو مین اگر عاشق بٹھا رکھے تمھین
تم تو ہو عیار لیکن وہ بڑا عیار ہے	اس بگڑنے پر جو یار اپنا بنا رکھے تمھین
نکلے دم جب تک کہ میرا آہ بالین پر ترے	کوئی ایسا ہو کہ باتو مین لگا رکھے تمھین
خط تو مین لکھتا ہون لیکن یہ مجھے ہے ناتُمی	کوئی دشمن کچھ نہ پہلے سے پڑھا رکھے تمھین

اُسکے حسن حیرت افزا کو جو دیکھو ای ظفر
عمر بھر آئینہ سان وہ چشم وا رکھے تمھین

کیا کہین ایسے بتو مین ہمنے کیا دیکھا نہین	جو یہ کہتے ہین سنا ہے پر خدا دیکھا نہین
جب سے دیکھا ہے تیری ابرو کو ہمنے یہ جبین	نا مکو تو آسمان پر آنکھ اُٹھا دیکھا نہین
پہلے ہی سے حسن کا اپنے ہی تمکو اک غرور	آئینہ تو نے ابھی ای خود نما دیکھا نہین
خوف ہی روز قیامت کا تجھے اسواسطے	تو نے ای زاہد کبھی دن ہجر کا دیکھا نہین
وہ تماشا دیکھے گر دیکھے زلیخا تیری شکل	خواب مین بھی اُسنے جو ای مہ لقا دیکھا نہین
یون تو ہین سرو گل اندام اور بھی لیکن کہین	تجھسا پر رنگین ادا گلگون قبا دیکھا نہین

جلد دوم دیوان ظفر

مطلع ثالث

واغظو صبح قیامت کا جو تم لاتے ہو ذکر
کون ایسا ہی کہ جو زلف کو دھو دیکھے

اسنے دکھلایا نہین اپنا بناگوش حسین
مجھ سا ملنے کا نہین کوئی بلانوش حسین

شمع سان گو کہ سراپا ہو زبان تم لیکن
دیکھتا ہون ظفر اس بزم مین خاموش حسین

جگر اور دل جو زخمی ہیری جان دونون کے دونون ہین
خدنگ ناز و غمزے کے نشان دونون کے دونون ہین
جہان مین رنج و راحت کی ہو رہنے کا ٹھکانا کیا
وہ دل ہی ہی سما جاتے جہان دونون کے دونون ہین
مرے جو سینہ و پہلو مین ہین دو تیر کے روزن
اندھیرے گھر کے یہ تو نا بدان دونون کے دونون ہین
ہوے ہین اشک خون سے جیب و دامن اسقدر رنگین
مرے نزدیک یہ باغ جنان دونون کے دونون ہین
ترے ابرو ہین وہ کج خلق مانگو اک اگر بوسہ
ابھی رخ پھیرتے مثل کمان دونون کے دونون ہین
امید وصل دل مین چشم مین ہی شوق نظارہ
بہت دن سے تصرف مین مکان دونون کے دونون ہین

مطلع ثانی

[illegible] ہو درت صفائی کے قربان
تو ہو شوخ نازکی کلائی کے قربان
دکھاتا ہے [illegible] ہو وہ اپنی [illegible] کے قربان
کدورت ہوئی دل مین [illegible] صفائی کے قربان
کی آئینہ رو کی صفائی کے قربان
[illegible] کے قربان
پیالہ دل [illegible] کے قربان
تو سمجھ تری دلربائی کے قربان
وفا ہو جو [illegible] بیوفائی کے قربان
کہ دل [illegible] آشنائی کے قربان
تری طرز نا آشنائی کے قربان
ظفر اس کی تیغ آزمائی کے قربان

جلد دوم دیوان ظفر

نہین آتا سمجھ مین لوگ سمجھاتے ہین کیا انکو	کہ سمجھانے کیلیے کب ترے شیدا سمجھتے ہین
تُرے خورشید کو نسبت ہمارے داغ سوزان سے	کہ اسکو اسکا ہم اترا ہوا پہلا سمجھتے ہین
تری باتین تری گھاتین سمجھ مین کسیکے آتی ہین	انھین تو کچھ ہمین الشوخ سب پردا سمجھتے ہین
دل پرخون ملین میرا نہ کیونکر اپنے تلوو نسے	کہ خون دل کو میرے وہ حنایا سمجھتے ہین
الٰہی حضرت دل کی سمجھ کیسی گئی الٹی	کہ اس نا آشنا کو آشنا اپنا سمجھتے ہین

کبھی گر دیکھتے ہین آئینہ حیران ہوتے ہین
ظفر وہ حسن مین جو آپکو یکتا سمجھتے ہین

لاغری سے یون ترے اندو ہگین کی ہڈیان	ہین عیان جیسے کہ مجنون حزین کی ہڈیان
گر ترا دلسوز سرگرم فغان ہو جل اٹھین	شمع سان گرمی سے آہ آتشین کی ہڈیان
یہ حلاوت ہی محبت کی کہ سر سے پانوں تک	ہے فرہاد سب ہما کھاکے لہین کی ہڈیان
خاک کو بھی جسم ہی غافل نہین دریا کو	پہنچین کی ہین نگین اور وہ زمین کی ہڈیان
جبین ہی میرے الکھون قاتل تری شرح ستم	ہون قلم برش سے گر شمشیر کین کی ہڈیان
قابل نفرت ہی وہ یا شک ہو جسکو یقین	کھاتے کتے بھی نہین اس بے یقین کی ہڈیان

آگے ان آنکھون کے گر شوخی کرے تو اے ظفر
توڑ ڈالون مار کر آہوے چین کی ہڈیان

ہنسی مین رکھائی رکھائی کے قربان	تری واہ اس خوش ادائی کے قربان

دیکھیے

[illegible]

دیکھیے

[illegible]

مین بھلائی کہون تو کسلی کہون	اور برائی کہون تو کس کی کہون
کہو نا آشنا کہون کب کو	آشنائی کہون تو کسلی کہون
رند بے باک ہین کہون تو کسے	پارسائی کہون تو کس کی کہون
شیوۂ راستی کہون کس کا	کج ادائی کہون تو کس کی کہون
جبکہ ہو سب مین وہی جلوہ نما	خود نمائی کہون تو کس کی کہون
وہ تو کہتا ہی باوفا ہون مین	بیوفائی کہون تو کس کی کہون
رو برو وسے صاف کے اُسکے	مین صفائی کہون تو کس کی کہون
وہ تو ہر دم ہی میرے دم کے ساتھ	پھر جدائی کہون تو کس کی کہون

ای ظفر بخت نارسا کے سوا
نارسائی کہون تو کس کی کہون

چوری سے وہ بوسۂ عارض زلف اُٹھا کر کیونکر لون
مال و زر دی یون تو چھپا کر سب کو دکھا کر کیونکر لون
میری طرف سب تاک رہے ہین محفل مین ہین جتنے حریف
ساقی تجھ سے ساغر مے مین آنکھ بچا کر کیونکر لون
کیا کیا مجھ پر ظلم کیے ہین اس چرخ نے ہی یہ فکر مجھے
بدلا اس سے لون جو کہے مین قابو پا کر کیونکر لون

جدا مجھسے ہوا دل یہ نہ سمجھا وہ کہ مدت سے
رفیق اسکا ہوں ترک اسکی رفاقت کیونکہ کر جاؤن

پلا کر خون جگر کو میں ہیون میں خون دل اپنا
گوارا اسکو میں اے ہمدرد کیونکہ کر جاؤن

وہ بھاگیں لا کے مجھسے دور مجھکو پاس ہے انکا
کنارہ اسسے میں اے محبت کیونکہ کر جاؤن

جو باعث اس مصیبت کے ہیں وہ سب پاس ہیں تیرے
تیرے آگے بیان اپنی مصیبت کیونکہ کر جاؤن

سفر دنیا سے کر جانا تو کچھ مشکل نہیں لیکن
بتا اے دل کہ طے میں راہ الفت کیونکہ کر جاؤن

دل بیتاب کو تو تھام کر میں نے رکھا ہے
مگر نالہ کو ضبط اے درد فرقت کیونکہ کر جاؤن

مری صورت تو سب پہچانتے ہیں اسکے کوچے میں
اگر جاؤن میں بدل اپنی صورت کیونکہ کر جاؤن

ظفر منظور ہو جلوہ دکھانا جب اسے اپنا
ندیکھوں کس طرح میں اور غفلت کیونکہ کر جاؤن

کدورت کھو کے گر سارے دل بے کینہ بنجاؤن
صفا سینے میں اپنے ایک آئینہ بنجاؤن

کرے مشق خدنگ ناز تو گر اے کمان ابرو
تو میں تو وہ مقابل کر کے اپنا سینہ بنجاؤن

برابر شانے تو کے بھی سمجھے وہ مجھکو
اگر میں عمر کھو کر عاشق زر سینہ بنجاؤن

کہا یہ دار نے منصور سے گر قصد ہو تیرا
تو بام عشق کا تیرے لیے میں زینہ بنجاؤن

نہیں جائے تعجب اے ظفر گر عشق کی دولت
ہجوم داغ سے میں لینے اک گنجینہ بنجاؤن

وہ بیٹھے بیٹھے یوں نہیں جو اداس بیٹھا ہوں
تو پھر بجا ہے مرے گرد اس بیٹھا ہوں

باندھا کیا ہوا ہون اپنی مانند حباب	آگیا ہستی اکدم کے ایسا دم مین ہون
مجھسے کیون الجھے ہے تو ناصح کہ مین الجھا ہوا	آگے ہی اُسکے خیال گیسوے پرخم مین ہون
رہتا ہون شل گل خندان گریبان چاک مین	یہ نہین معلوم شادی مین ہون یا غم مین ہون

پڑھتے پڑھتے دل تلک پہونچا ظفر زخم جگر
اور مین ابتک تلاش نسخۂ مرہم مین ہون

مین ہون عاصی کہ پرخطا کچھ ہون	تیرا بندہ ہون ای خدا کچھ ہون
جز و کل کو نہین سمجھتا مین	دل مین تھوڑا سا جانتا کچھ ہون
تم سے الفت نباہتا ہون مین	با وفا ہون کہ بیوفا کچھ ہون
جب کہ نا آشنا ہون مین سب سے	تب کہین اُس سے آشنا کچھ ہون
نشۂ عشق نے اُڑا ای مجھے	اب مزے مین اُڑا رہا کچھ ہون
خواب میرا ہی عین بیداری	مین تو اسمین بھی دیکھتا کچھ ہون
گرچہ کچھ بھی نہین ہون مین لیکن	اسپہ بھی کچھ نہ پوچھو کیا کچھ ہون
سمجھے وہ اپنا خاکسار مجھے	خاک رہ ہون کہ خاک پا کچھ ہون

چشم الطاف فخر دین سے ہون
ای ظفر کچھ سے ہوگیا کچھ ہون

ہان سے سنین ہم بات چیت یونہی وون	پر کہین نہ منھ سے ہم بات چیت یونہی وون

پھر گئی ایک بار ایسی باغ عالم کی ہوا
بولتے وہ بولیاں بھی جانور اگلی نہیں

اور ہی طرز روش پر لکھکے بھیجا اُسنے خط
وہ رہ و رسم کتابت نامہ بر اگلی نہیں

نالہ شب ہی سے کیا لگے اثر کو رو بیٹھے
تجھمیں بھی تاثیر اے آہ سحر اگلی نہیں

دیکھتے ہیں روز ہم تیرے نئے ظلم و ستم
بھولتے تیری وفا پیارے مگر اگلی نہیں

ہو گیا معلوم انداز سخن ہی سے مجھے
وہ عنایت اُنکی میرے حال پر اگلی نہیں

گرچہ آیا وقت پیری جا چکا عہد شباب
پر وہ باتیں ہیں جیسی تھیں اے ظفر اگلی نہیں

نصیب وصل جو اُس نازنیں جبیں سے نہیں
اندھیرے گھر میں مرے روشنی کہیں سے نہیں

تو اُسکی دید کی طاقت نظر میں پیدا کر
کہ پاس وہ نظر آئیگا دور بیں سے نہیں

بر رنگ نقش قدم خاک میں ہیں ملجاتے
پر اُٹھتے کوچۂ جاناں کی ہم زمیں سے نہیں

اگرچہ کیسا ہی ہوگا کڑی کمان کا تیر
وہ پیش جائیگا آہ دل حزیں سے نہیں

یہاں ہے آتش دوزخ بھی اک شرارۂ برق
ترا مقابلہ اس آہ آتشیں سے نہیں

کیا ہے تونے یہ کسکو ذبح اے سفاک
کہ چھوٹا جسکا یہ خون تیری آستیں سے نہیں

ہمیشہ رہتے ہیں اُنکی مصاحبت میں وہی
ظفر ملاتے ہیں جو ہاں میں ہاں نہیں سے نہیں

نقاب اُسکی رخ پر عتاب پر رنگین
شفق کا پردہ ہے ساہی آفتاب پر رنگین

[illegible]

سینہ کوبی سے ہوا کیا جانے کیا سینہ کا حال — اتنا اک درد ہو شدت سے مرے ہاتھوں میں
یاد دلواتا ہی ساقی مجکو چشم مست یار — دیکے جام بادہ کیفیت سے میرے ہاتھوں میں
طوق گردن کے کیے ٹکڑے گریبان کی طرح — دیکھو تو کیا زور ہی وحشت سے میرے ہاتھوں میں
نسخہ بیماری دل ہی یہ نامہ یار کا — آگیا کیا جانے کس حکمت سے میرے ہاتھوں میں
کیونکہ دامنگیر ہوں اس قاتل سفاک کا — ہو رہا رعشہ سا ہی ہیبت سے میرے ہاتھوں میں

دے گئے تھے وہ نشانی مجکو اپنے ہاتھ سے
یہ جو چھلا ہی ظفر مدت سے میرے ہاتھوں میں

دولت عشق ہو گر پاس تو زر کچھ بھی نہین — کہ زر نقد بہ از داغ جگر کچھ بھی نہین
بیخبر ہم ہین محبت مین تمھاری سب سے — کیا خبر پوچھتے ہو ہمکو خبر کچھ بھی نہین
غیر پر لطف و کرم ہم پہ نہ شفقت کی نگاہ — واہ جو کچھ ہی ادھر ہی ادھر کچھ بھی نہین
جو ہی کام اسمین مضرت ہی مضرت ہی تمام — ایک سودائے محبت مین ضرر کچھ بھی نہین
ایکدن وہ تھا کہ تھی آہ مین کیا کیا تاثیر — ایکدن یہ ہی کہ نالون مین اثر کچھ بھی نہین
گرچہ بے پردہ ہی وہ پر ہین ہزارون پردے — کام کرتی مری غفلت مین اثر کچھ بھی نہین
واہ ری عقل کہ مرتے ہین یہ شاعر کن پر — جن حسینون کے دہن اور کمر کچھ بھی نہین
اسپہ بھی کتنا ہون سرگرم شرارت دیکھو — گرچہ ہستی مری مانند شرر کچھ بھی نہین
جب تلک چشم ہی وا آتا نظر ہی سب کچھ — ہوگئی بند جہان آنکھ ظفر کچھ بھی نہین

کل تھی نگاہ اور تری آج اور ہے
ہے کچھ بھری ہوئی سی نظر کل مین آج مین

دو دن سے جوش گریہ سے تونے ہرا دیا
طوفان اُٹھا لئے دیدۂ تر کل مین آج مین

کل سے رقیب گھر مین جو اُسکے ہی آجتلک
ڈھونڈھین کہین گیا ہو نہ گھر کل مین آج مین

تھا کل تو وعدہ آج کا کہتے ہو آج کل
جائیگی یونہین عمر گذر کل مین آج مین

کل اشک گرم چشم مین تھے آج مین شرر
کتنا بڑھا ہی سوز جگر کل مین آج مین

مطلع ثانی

تھی کل سے تھا دل کو چین نہ ہی جی کو آج کل
کچھ ہو تو کیجیے فرق ظفر کل مین آج مین

بعد دو دن کے اگر دیکھو اُسے تیسرے دن
جا نو مہ ہو کے یہان آیا نظر تیسرے دن

بوسہ لب تیرا لیتے ہی مجھے ہوگی شفا
یہ دوا وہ نہین ہو جسکا اثر تیسرے دن

کیا بھروسا نظر لطف کا ہی یہ دو دن
پھر نہین دیکھنے کا بھی وہ ادھر تیسرے دن

نہو سے ساتھ جو تیا دستے کے سوم آتین ہی
سنکے عاشق کے وہ مرنیکی خبر تیسرے دن

گر زمانہ مین ترقی ہو رفتہ رفتہ
کیون ہلال اوج فلک پہ ہو قمر تیسرے دن

تب نجم جان کے وہ ساتھ نہین ہے زدہ نکار
رہ گئے دور و نزدیک چڑھا جا اثر تیسرے دن

ہم رہے اس نگہ مست کے دو دن بیہوش
بارے کچھ تھوڑا سا ہوش آیا ظفر تیسرے دن

کیون قدر نہ آنسو کی ہو جب نظر و نکلا
نکلے نہ گہر ایسا ہزارون گہر و ن مین

دشت جنون کو جائینگے ہم کل ہیں آج ہیں | لینگے ہمارے خار قدم کل ہیں آج ہیں
کرتے تھے یوں تو ظلم ہمیشہ پر آپ نے | کچھ کچھ کیے تھے تازہ ستم کل ہیں آج ہیں
ہستی کے قید خانہ سے مجنون ہی تیرا تنگ | چلتا ہی سوئے دشت عدم کل ہیں آج ہیں
معلوم ہی ہمیں یہی جو کچھ عدہ کیا تھا تو | تمنے کیے ہیں قول قسم کل ہیں آج ہیں
اُس بت کی بیوفائی اگر ہی یہی تو ہم | ڈھونڈینگے کوئی اور صنم کل ہیں آج ہیں
جو کل تھا دل کا حال وہی آج بھی رہا | پایا کچھ اضطراب کم کل ہیں آج ہیں

پڑھو قافیہ بدل کے ظفر اور بھی غزل
کچھ شعر کر لیے ہیں رقم کل ہیں آج ہیں

کرتا وہ بیچارہ کیا تدبیر سے چارہ نہیں | ہر کرے کیا چارہ گر تقدیر سے چارہ نہیں
صورت تصویر ہیں حیران ہمیں جس کا بیری | ہوتا کچھ اُس عالم تصویر سے چارہ نہیں
زلف کے سودائیوں کو قید کرنا چاہیے | بہتر انکے واسطے زنجیر سے چارہ نہیں
روز ہوتا جاتا ہی وہ بت زیادہ سنگدل | ہوتا کچھ اس آہ کی تاثیر سے چارہ نہیں
کرتا ہی دل کو نشانہ ناوک مژگان یار | جز رضا کوئی قضا کے تیر سے چارہ نہیں
دے مریض عشق کو کوئی دوا کیا اور خاک | ہوتا اس بیمار کا اکسیر سے چارہ نہیں

تشنہ لب ہیں جو شہادت کے ظفر انکے لیے
بہتر اس آب دم شمشیر سے چارہ نہیں

مُنھ لگ نہ ظفر اُسکے وہ کہہ بیٹھتا ہی صاف
جو آئے ہی اُس آئینہ رخسار کے مُنھ مین

مرید قطب دین ہون خاک پائے فخر دین ہون مین
انھین کے فیض سے ہی نام روشن میرا عالم مین
نہ کعبہ سے غرض مجکو نہ بتخانہ سے کچھ مطلب
رہو نہین ریندکش پر رہون انکی محبت مین
مجھے تو خانقاہ و میکدہ دونون برابر ہین
یہی عقدہ کشا میرے یہی ہین رہنما میرے

اگرچہ شاہ ہون اُنکا غلام کمترین ہون مین
وگرنہ یون تو بالکل روسیہ مثل نگین ہونین
ہمیشہ گھستا انکے آستانے پر جبین ہونین
نہین خواہش مجھے یہ صوفی خلوت گزین ہونین
ولیکن یہ تمنا ہی کہ انکا ہون کہین ہونین
سمجھتا اُنکو اپنا حامی دنیا و دین ہونین

بہادر شاہ میرا نام ہی مشہور عالم مین
ولیکن ای ظفر انکا گدائے رہ نشین ہون مین

محرم کی ترے دسے جو گرہ بار بند مین
مین باغ دلکشا مین بھی تجبن گرفتہ دل
جگھڑ لیسے کفر و دین کہ نہ نکلین گے جب تلک
پگڑی کو اپنے ہاتھ سے ای ہوشمند باندھ
سرو چمن کے ساتھ ہی اک سرکشی کی قید
مجھکو یقین ہی بات مری بھول جائینگے

دو دن بھونک نہ چین غیر کے مین چار بند مین
ہون اس طرح کہ جیسے گنہگار بند مین
دونون رہین گے کافر و دیندار بند مین
کیون بند ہی یہ بندش دستار بند مین
آزاد بھی ہی باعث بندار بند مین
دینگے گرہ اگرچہ وہ سو بار بند مین

تسلی ہمکو کہاتی ہی جسدم غیر کی منہ سے	شکایت ہم تری ای دلبر طناز سنتے ہین

کنارے بیٹھ کر انکو سنا تو مدعا اپنا
سر محفل ظفر کہتا ہی کیا غماز سنتے ہین

دہ سے اور غیر کے کیا منہ سے جام مے لگا پیرا	وہ اک کاسہ مین پانی شیر بکری کو پلاتے ہین
لگائی عشق نے وہ آگ دل مین بجھ نہین سکتی	وفور اشک سے ہر چند ہم دریا بہاتے ہین
دکھاتے ہین دل پر داغ جب ہم چارہ سازونکو	ہمارے داغ دل کیا کیا ہین آنکھین دکھاتے ہین
نہین معلوم ہونکا کیا صبا تجھ کا نہین لگی	چمن مین جس سے غنچے چپکے چپکے مسکراتے ہین
جگاتی بخت خوابیدہ کو گر تیرے کو مین جانا	کہ میرے نالۂ دل خوب سو تو تمکو جگاتے ہین
نئی تلوار جسدم کوئی انکے ہاتھ آتی ہی	تو پہلے شکوہ وہ اس سخت جان پر آزماتے ہین

قطعہ

وہ ہمسے وعدہ کر جاتے ہین اکثر شب کے آنیکا	مگر آتے نہین ہرگز کہ جا کر بھول جاتے ہین
گذر جاتی ہی ساری رات کہتے کہتے ہمکو	اب آتے ہین اب آتے ہین اب آتے ہین

اگرچہ کھینچے ہین آپ کو وہ دور تر اُن کو
کشش سے اپنے دل کی ای ظفر ہم کھینچ لاتے ہین

وہ جو چلے ہین اتنی جلد ہی دیکھین کدھر کو جاتے ہین
ٹھہرتے ہین رستے مین کہین یا سیدھے گھر کو جاتے ہین

مطلع ثانی

ہوا جو باندھتے اس قلزم فنا میں ہیں	حباب وار وہ ہم بغیر کس ہوا میں ہیں
نہ انکو چاہیے خنجر نہ چاہیے شمشیر	وہ قتل کرتے ہیں اسکو انکی ادا میں ہیں
ہمارے انکے محبت کے کچھ نہ پوچھو ڈھنگ	کہ ہم وفا میں ہیں سرگرم وہ جفا میں ہیں
جنون کے ہاتھ سے دو چار تار بھی باقی	نہ جیب میں نہ ترے دامن قبا میں ہیں
فدا ہی آج اگر انسے ہاتھا پائی ہو	لگا رہے وہ حنا اپنے دست و پا میں ہیں
ترے ہی کوچے میں ہوں میں ترے کشتۂ ناز	یہ تجھ سے چاہتے وہ اپنے خونبہا میں ہیں
کرینگے پارہ کو کیا خاک یہ مہوس خاک	کہ آپ کشتۂ تمنائے کیمیا میں ہیں

جو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں بتوں کو ظفر
بناتے بتکدہ وہ خانۂ خدا میں ہیں

فدا پروانہ ساں جان اسپہ ہم جانباز کرتے ہیں	اگرچہ پر نہیں پر شوق میں پرواز کرتے ہیں

مطلع ثانی

ستم ہم پر نہیں یہ دلبر طناز کرتے ہیں	ستم کا ظاہرا پردہ ہی لیکن ناز کرتے ہیں
تمھارے گھر میں شب کو کسطرح ہم آئیں تجویز کیجیے	کہ جو کچھ کہ ادھر کا سنتے ہی آواز کرتے ہیں
جو کہتا تھا وہی کہتا رہا منصور سولی پر	کہ کہہ کر حرف حق انکار کب سرباز کرتے ہیں
ہم اُسمیں آپ ہو جاتے ہیں گم انداز سے باہر	نظر میں جب کمر کا یار کی انداز کرتے ہیں

وله

مطلع ثانی

دیگر

اجل کھیلے ہی شاید عاشق سرباز کے سر پر | علم جو دم بدم آج اپنی وہ شمشیر کرتے ہیں
بچا تجھ سے غم وہن ہے خدا امید محبت کو | کہ یہ کافر ہمیشہ ذبح بے تکبیر کرتے ہیں
نہیں آتی ہر گز بات بھی اس شوخ کے آگے | یہ بیٹھے حضرت ناصح نہیں تقریر کرتے ہیں

خدا جانے اثر ہوتا نہیں کیوں دل پر اس بت کے
ظفر نالے مرے پتھر میں بھی تاثیر کرتے ہیں

کام جو کرتے ہیں بیہودہ ظفر کرتے ہیں | ہرزہ گردی میں ہم اوقات بسر کرتے ہیں
شب غم یا ہو شب عیش برابر ہی کہ ہم | شمع کی طرح سے رو رو کے سحر کرتے ہیں
بے خبر دل ہی جو گذرے ہی محبت تیری | قاصد اشک ترے مجھکو خبر کرتے ہیں
جبکہ وہ جنبش مژگان میں دکھاتے ہی | ایک پل میں دو جہان زیر و زبر کرتے ہیں
کیا ہنسیں کھول کے دل غنچہ صفت وہ دلگیر | باغ ہستی سے جو ہنستے ہی سفر کرتے ہیں
ٹکڑے کرتے ہیں جگر اپنے وہ غمخوار ونکے | آہ جس وقت ترے خستہ جگر کرتے ہیں
تیر مژگان ترے سیکھے ہیں کچھ ایسی گوشش | چھوٹتے ہی دل عشاق میں گھر کرتے ہیں
خاک اڑاتے ہوئے پھرتے ہیں بگولے کی طرح | عمر کیا خاک بسر خاک بسر کرتے ہیں

ای ظفر یہ ترے اشعار ہیں یا نالہ زار
کیا بلا ہیں کہ جو یوں دل میں اثر کرتے ہیں

سی مالیدہ جو دندان پہ نظر کرتے ہیں | ہم آئینہ میں وہ شام و سحر کرتے ہیں

فرار ہو وین جہان نگر خون سے کشتون پر
ستم پسند ہی ایسا وہ خوش بنو ظالم

ہمیشہ پھول وہان کیونکہ ہر جگہ بکھرے ہین
جو روز وار یہ دو چار بیگنہ بکھرے ہین

ظفر یہ کون کہے موئے زلف مشکین کو
کہ منھہ پہ یار کے اتنے یہ روسیہ بکھرے ہین

جو پہلے تھے یار اپنے اب انکو کہان ڈھونڈین
جب دم کے ٹھکر نیکا دم بھرنہ ٹھکانا ہو
سمجھین یہ اگر غافل جوینده یابنده
اس ابروی پرخم سی تیغ ایک ہاتھ آوے
تھوڑی ہی گنا ہونکی کیا کم ہی گرانباری
جو ابرو و مژگان ہین دل صید کرین لاکھون

باقی ہی نشان کسکا ہم کسکا نشان ڈھونڈین
نادان ہین جو رہنے کا یان اپنے مکان ڈھونڈین
ہاتھ آئے تہی انکے جس شی کو یہان ڈھونڈین
پھر پھر کے مبصر گر سارا اصفہان ڈھونڈین
جو اور زیادہ ہم کچھ بار گران ڈھونڈین
وہ صید فگن ناحق کیون تیر و کمان ڈھونڈین

پیری مین ظفر بہتر ہی ہمدم دیرینہ
جو لوگ جوان ہون وہ دلدار جوان ڈھونڈین

تمھارے کچھ مریض غم نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین
مثال آئینہ کیا جانے کسکی دیکھکر صورت
او ستمگار ہم یہ ہین طوفان کیا کیا آشنا او ہم
ہم اپنی کہہ نہین سکتے کسی کی سن نہین سکتے

پڑے بستر پہ ہین بیدم کسی سے کچھ نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین
ہوئے یہ محو حیرت ہم نہ کچھ کہتے ہین نہ سنتے ہین
پڑے ہین چپ چشم نم نہ کچھ کہتے ہین نہ سنتے ہین
ہی اب سکتہ کا سا عالم نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین

داغ پر داغ جو وہ دل پہ مرے دیکھتے ہیں
گھر میں کیا گھی کے چراغ آنکے ظفر جلتے ہیں

قمار عشق میں دیکھا جو کامل ہیں تو آپہی ہیں
کہ جان پر کھیلتے آنحضرت دل ہیں تو آپہی ہیں

بزنگ شمع تم کرتے ہو میری محفل افروزی
تمھیں سے روشنی ہی زیب محفل ہیں تو آپہی ہیں

کسیکی عقل پر کرتے نہیں یہ عشق بازی ہم
جو ناداں ان میں تو آپہی ہیں جو عاقل ہیں تو آپہی ہیں

جہاں میں لاغ رکھتے ہیں خوبرو سفاک عاشقکش
اگر میری کشندہ ہیں جو قاتل ہیں تو آپہی ہیں

کسیکا دل جو لیتا ہی کوئی ہی دل وہی کرتا
مرا دل لیکے رکھتے مجھکو بیدل ہیں تو آپہی ہیں

کرے ہیں صید افگن ذبح پورا صید کو اپنے
مگر ایک چھوڑ دیتے نیم بسمل ہیں تو آپہی ہیں

یہ رستا عشق کا ہی خضر دل کیونکہ ہو تجھسے
کہ اس منزل میں اپنی سیر منزل ہیں تو آپہی ہیں

حجاب جلوہ دیدار جانا ہی خودی اپنی
نہیں پردہ کوئی حائل جو حائل ہیں تو آپہی ہیں

زمین سہل میں تو ہیں سبھی کچھ شعر کہہ لیتے
ظفر کہتے غزل جو ایسی مشکل ہیں تو آپہی ہیں

ردیف الواو

بھری دماغ میں گس لف پر شکن کی لپٹ
کہ خوش نہ آئی ہمیں نافہ ختن کی بو

لگا ہا سینے جو اس غیرت چمن کو گلے
بدن میں بس گئی نسترن و نسترن کی بو

دیکھ لینا ہوگی جو برپا قیامت سرو پر	جلوۂ قامت چمن میں اسکو دکھلانے تو دو
کے سمجھانیکو آئے حضرت ناصح ہیں آج	دیکھیے کیا مجکو سمجھاتے ہیں سمجھانے تو دو
ن بہت وحشت زدے پر ایک ہیں ناور ایک قیس	ہو گئے ہیں شہرۂ آفاق دیوانے تو دو
سوں پھر شعلہ بازی دیکھنا اس آہ کی	عشق کو دل میں ہمارے آگ بھڑکانے تو دو
چھے کیا ہوا ابھی دل سے محبت کا مزا	زخم شمشیر ستم اسکو ابھی کھانے تو دو

دیکھو اس ناقدر دان کو دو نہ دل اپنا ظفر
قدر وہ دل کی تمھاری کچھ اگر جانے تو دو

نے کو مرے رکھئے نہ دیوار میں چن دو	ہوں کشتۂ قامت مجھے مینا میں چن دو
کار ہوں یارو جو کسیکو گہر اشک	بکھرے ہیں پڑے کوچۂ دلدار میں چن دو
تم دل عشاق کو جا چشم میں بنی	ان شیشوں کو اس خانۂ خمار میں چن دو
لاؤں نہ کیوں رشک سے میں غیر کو مر یار	تم ہاتھ سے گل اپنے جو گلزار میں چن دو
چند خرف پارہ جو میخانہ میں ہستو	زاہد انھیں گر باندھ لے دستار میں چن دو
ق ہیں بہت آپکے لیکن کوئی مجھسا	جب جانوں کہ تم ایک بھی دو چار میں چن دو

کرتا ہی ستاروں کو جو شرمندہ تو افشان
ماتھے پہ ظفر اسکے شب تار میں چن دو

و سفر کا کچھ سر و سامان تو کرو	جانان کہاں ہی تمکو ذرا دھیان تو کرو

کسکی ہی تصویر زلف ای دل آشفتہ برو
ٹھوکرون ہی مین اڑادی کروہ خرام ناز سے
جو مرا احوال ہی اپنی زبان سے مین کہون
اپنی آنکھون مین جگہ کیونکر تصور کو نہ دون
کس لب شیرین کا ہون یارب شہید تشنہ کام
کرتے ہو غائب مین کیون گلہ تم غیر سے
تاب نظارہ کہان ہی دیدۂ پر آب کو
جب سے دل آفت جان کو دیا ہی ہمنشین

روز ہی روز سیاہ و شام غربت روبرو
اسکے قامت کے جو آجائے قیامت روبرو
گر ہو لاکھچین مجھے وہ وقت فرصت روبرو
رہتی ہی کسکی بدولت اسکی صورت روبرو
جو لیے حورین کھڑی این جام شربت روبرو
جو تمھین کرنی ہو کر لیجے شکایت روبرو
آبھی جائے گر چہ وہ خورشید طلعت روبرو
ہو سے ہی سر پر کھڑی روز اور آفت روبرو

پیچھے سنتے انسے کیا کیا ای ظفر کہتے ہین وہ
کرتے ہین جو آکے اظہار محبت روبرو

ہو گئی تیرے ہجر مین ایسی رونے کی عادت آنکھون کو
ایک گھڑی نہین آٹھ پہر مین گریہ سے فرصت آنکھون کو
روے عرق افشان پہ تیری سیراب ہوا ایسا سبزۂ خط
دیکھ کے جسکو دل کو ہو ٹھنڈک اور طراوت آنکھون کو
کیون وہ ناحق مجھ سے ہو برہم کیون یہ بیجا مجھسے لڑین
گر نہ سودا زلفون کو تیری گر نہ ہو وحشت آنکھون کو

جی دھڑکتا ہے نزاکت سے تمھاری دیکھو
اپنی تم گردن نازک میں نہ ہیکل ڈالو

صندلی اُسکا عرق چین ہی سونگھا دو مجکو
نہ دوا اُون میں طبیبو مری صندل ڈالو

اپنی تم جنبش ابرو نہ دکھاؤ مجکو
کشور دل میں مرے دیکھو نہ ہل چل ڈالو

جس طرح غنچے کو مل ڈالتے ہو چٹکی میں
مجکو ڈر ہے کہ یونہیں دل نہ کہیں مل ڈالو

کشتۂ ناز کریں شور قیامت برپا
سایۂ قامت اگر تم سر مقتل ڈالو

عشق کہتا ہے ہمیں کر لو فقیرانہ لباس
تم گلے میں کفنی دوش پہ کمبل ڈالو

گردن دل میں مرے طوق گرفتاری تم
نہ بجز حلقۂ گیسوی مسلسل ڈالو

کچھ ہی ہو جا کے قدم پھر نہ ہٹے وان سے ظفر
پانوں ہر کام میں تم سوچ کے اول ڈالو

دیگر

سرمہ کی اپنی چشم میں تحریر کھینچلو
میرے تو قتل کو یہی شمشیر کھینچلو

گر مرغ دل کو دام میں ہو کھینچنا تمھیں
دکھلا کے اپنی زلف گرہگیر کھینچلو

تم وہ نہیں کہ کھینچ لو ظلم و ستم سے ہاتھ
جب تک نہ روح عاشق دلگیر کھینچلو

تم اے مصور و مری صورت کو دیکھ کر
مجنوں کی کھینچتے ہو جو تصویر کھینچلو

کھینچے ہی تیر سینہ سے جائیگا دم نکل
ایسا نہ ہو کہ تم کہیں یہ تیر کھینچلو

ہے صبح کوچ حضرت دل جب تلک ہے رات
دو چار اور نالۂ شبگیر کھینچلو

منظور کھینچنا ہے گر اپنی طرف مجھے
کیوں کھینچنے میں کرتے ہو تاخیر کھینچلو

تضمین

تمھیں ہو عاشق بیدل کیا دل لگا کیا مشکل
کہ تم دغاباز ہو جسوقت چاہو دیکے دم لیلو

نہیں ہی اعتبار انکا وہ کہکر ہیں مکر جاتے
نوشتے انکے ہاتھونکے ظفر تم یکقلم لیلو

جاؤ اُس بن اگر آرام نہیں تم جانو
حضرتِ دل ہمیں کچھ کام نہیں تم جانو

چھوڑتے نظروں نہیں ہونگے جلے کیسکی نظر
بیٹھنا خوب لب بام نہیں تم جانو

طالب بوسہ پہ کہتے ہو کہ دینگے گالی
بات تو قابل دشنام نہیں تم جانو

دل تو موجود ہی کرنا ہو جو سودا منظور
گرہ زلف ہین گر دام نہیں تم جانو

قتل کرتا ہی ترا ناز سے کہنا ساقی
کوئی پیتے ہو پیو جام نہیں تم جانو

ابتدا ہی ہین ترے ڈھنگ جتاتے ہیں یہ
عشق کا جانتے انجام نہیں تم جانو

میکشو جان جلاؤگی کہ ساقی کے بغیر
ہی یہ آتش کی گلفام نہیں تم جانو

قاصدونکو نگرو منع نہ ہمکو بھیجو
مجھسے اب خط و پیغام نہیں تم جانو

تم مسلمان ہو ظفر خوب نہیں عشق بتان
اور اگر یہ ہی تو اسلام نہیں تم جانو

کہتا ہی کون سوال بکشاں جبین نہ لو
پر جب تلک نہ لوٹ کے گھر سے فرین نہ لو

سوداگلے پڑے کا نہیں دل نہ بیچیے
خواہش اگر ہی لو تمھیں خواہش نہیں نہ لو

ڈر ہی یہی کہ حضرت دل تم ہو مضطرب
کروٹ پہ کروٹ پڑے کوئی زیر زمین نہ لو

الجھے ہو تم جو حضرت دل زلف یار سے	ہو کر شکستہ خوب پریشان تو ہو
صورت جو اسکی دیکھنی منظور ہی تمہین	ای آنکھو مثل آئینہ حیران تو ہو
تم زعم مین گر اپنے فرشتہ بنے تو کیا	ای زاہد و ذرا ابھی انسان تو ہو

ایسا نہو چرا کے وہ لیجاے ای ظفر
بنتے ہو اپنے دل کے نگہبان تو ہو

ہو رہائی یا نہو زلف دوتا سے کچھو ہی ہو	جا پھنسا دل تو بلا مین اب بلا سے کچھو ہی ہو
ہو گئے جس وقت ای سفاک ہم سینہ سپر	سنہو نہ موڑینگے تری تیغ جفا سے کچھو ہی ہو
وہ ترش ابرو ہو یا ہو تلخ گو پر ہمکو آج	بوسہ اک لینا لب شیرین ادا سے کچھو ہی ہو
ظلم ہو یا ہو جفا اس بیوفا کے ہاتھ سے	ہاتھ اٹھانیکے نہین ہمتو وفا سے کچھو ہی ہو
ناصحا یک بار گے تو کیون ہر پھر آتا ہی عبث	دل نہین پھر نیکا یہ اس دلربا سے کچھو ہی ہو
گرچہ دنیا کی ہوا مین ہر طرح کا ہو ضرر	لیک بچ سکتے نہین ہم اس ہوا سے کچھو ہی ہو

کوچۂ دلبر مین ہمتو آج جاتے ہین ظفر
دل کو لے آتے ہین دیکر دم دلا سے کچھو ہی ہو

بانگی مخلصی ای دل اسے قسمت ہو تو کیونکر ہو	کہ مین آلودۂ عصیان ہون رحمت ہو تو کیونکر ہو

مطلع ثانی

برنگ غنچہ گی شبنم عنایت ہو تو کیونکر ہو	کہ بے اشک ندامت جوشش رحمت ہو تو کیونکر ہو

دیگر

نہ مرا پاس کسیکو نہ کوئی میرے پاس
ہان مگر ایک جو ہو مجھ سے ہم تم ہی تو ہو

کفر و دین کا مجھے بتلا دیا تمنے رستا
میرے تو راہبر دین و حرم تم ہی تو ہو

خواہ رلواؤ ہمین خواہ ہنساؤ ہمکو
کہ ہماری سبب شادی و غم تم ہی تو ہو

چرخ کو یاد نہین پہلے تو انداز ستم
اس ستمگر کو سکھاتے یہ ستم تم ہی تو ہو

جب تلک تم ہو تو ہستی ہی گئے تم تو عدم
میرے نزدیک تو ہستی و عدم تم ہی تو ہو

دم محبت کا تمھاری جو ظفر بھرتا ہے
اُسمین کیا دم تھا اگر دیگئے دم تم ہی تو ہو

اگر عمر اپنی تجھے یاد کم ہو
تو کیا دخل کچھ اُسکی میعاد کم ہو

وہ ہی جائے خوش آخر اس غمکدہ سے
جو غمگین زیادہ رہے شاد کم ہو

گھٹے نور مہ بارہا آسمان پر
پر اُسکا نہ حسن خداداد کم ہو

نہین پائدار اپنی تعمیر ہستی
کہ ٹھہرے وہ کیا جسکی بنیاد کم ہو

محبت مین فریاد دل ہے زیادہ
ستم ہے جو تاثیر فریاد کم ہو

نہ کم ہو کبھی جوش سودا کا میرے
ہزار اب لہو میرا فصاد کم ہو

زمانے مین اُس شوخ بیداد گر سے
ظفر کس طرح داد بیداد کم ہو

دوستی مجھ سے اگر تجھکو صنم دل سے ہو
جو ہو قول و قسم اللہ کی قسم دل سے ہو

سیلے دل کے پرزے کر رہے ہو بیٹھے پردے میں
نہیں یہ چھالیا چلمن کے تم اندر کترتے ہو

گلگیر اہل بزم سے یہ شمع کہتی ہے
ہر اس سر کاٹتے ہو تم کہ موئے سر کترتے ہو

راز خم جگر تو دمبدم بڑھتا ہی جراحو
عبث چھاپا برابر سکے رکھو رکھ کر کترتے ہو

وہ مہوش کونسا ہے جسکے نزلہ ہند کی خاطر
ظفر کاغذ کے گل تم چاند سے ہمسر کترتے ہو

تو اٹھائینگے نہیں زلف دوتا سے کچھ ہو
ہو چکے ہم تو سیہ بخت بلا سے کچھ ہو

بیوفا تجھ سے شکایت ہے ستم کی بیجا
کیجیے اس سے کہ جو آگاہ وفا سے کچھ ہو

مر رہے یا نہ رہے جان بچے یا نہ بچے
منہ نہ موڑینگے تری تیغ جفا سے کچھ ہو

ہو چکا بس ترے بیمار محبت کا علاج
نہ تو اب کچھ ہو دوا سے نہ دعا سے کچھ ہو

پاک ہو بجز ترے کوچہ میں کسی کی کیا خاک
جب تلک اسکی لگاوٹ نہ صبا سے کچھ ہو

دستگیر اسکا یہ جبتک ہو ترا دست ستم
ہاتھ کٹواؤں جو شمشیر قضا سے کچھ ہو

تیرے خنجروں سے یہ پوچھوں کہ ہوئے تم سیراب
یا ابھی اور بھی خون کے پیاسے کچھ ہو

لیے دیتی ہیں نگاہیں ہی تمھاری سب کچھ
کیا ہوا گر نہیں تم کہتے حیا سے کچھ ہو

نہیں معلوم ظفر ان سے ہوئی ہیں کیا باتیں
چپکے بیٹھے ہوئے تم آج خفا سے کچھ ہو

مجھے تم ذبح کر کر اپنا چاکو پوچھتے کیوں ہو
نہیں چھپنے کا ہرگز میرا لہو یوں پوچھتے کیوں ہو

تو نہو پہلو مین تو پھر درد دوری سے تری
بیقراری رات بھر دل کو نہو کیونکر نہو

زخم کھلنے مین محبت کے حلاوت آئے ہے
تیر تیرا نیشکر دل کو نہو کیونکر نہو

دل صفائی اپنی گر دکھلائے تو پھر آئینہ
محو حیرت دیکھکر دل کو نہو کیونکر نہو

ہوتی ہے تیغ محبت کی محبت سے پناہ
داغ دل منہ پر سپر دل کو نہو کیونکر نہو

سود کا خواہان ہے دل سودائے زلف یار مین
بالعوض اسکے ضرر دل کو نہو کیونکر نہو

کشتی شکستہ ہے دل چین پیشانی تری
ہمسر موج خطر دل کو نہو کیونکر نہو

دل جگر ہمدرد ہوں جب دونوں عشق مین
صدمہ درد جگر دل کو نہو کیونکر نہو

دل سے دل کو راہ ہے پر اندل دلدار سے
میری آگاہی ظفر دل کو نہو کیونکر نہو

غافلو دل مت ادھر آٹھوں پہر باندھے رہو
تم رہو بیٹھے کہین پر دھیان ادھر باندھے رہو

جلوہ گر ہے وہ تو بے پردہ پڑا کیا نظر
جبکہ تم غفلت کی پٹی چشم پر باندھے رہو

حضرت دل باندھتے ہو گر وہ مضمون کمر
چلنے کو سوے عدم اپنی کمر باندھے رہو

دشت کے کانٹوں سے کہتے ہین کہ دامن کے تار
سر پہ تو دستار اب تم سر بسر باندھے رہو

ہے اگر منظور تمکو طائر دل اڑ نجائے
اپنے تم تار نظر سے اسکے پر باندھے رہو

گلشن دنیا نہین جاے قیام اے غافلو
غنچہ سان تم دوش پر رخت سفر باندھے رہو

فخر دین و فخر دنیا ہے جو بس وہ فخر دین
تم ادب سے ہاتھ اپنے اے ظفر باندھے رہو

ہو نہ بغیر از مرگ شفا بیمار غم الفت کو تیرے
اسکا علاج ای رشک مسیحا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

زیر خاک بھی دل میں میرے خار محبت کھٹکے گا
بعد فنا کچھ مجھکو کھٹکا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

لکھتے ہیں وہ خط میں کچھ ایسا دیکھکے جسکو قاصد ہم
جانتے ہیں تقدیر کا لکھا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

تو نے کیا خون تازہ میرا ای عربدہ گر بے جرم و خطا
ہو رہا ہی کچھ آج جو چرچا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

کیوں نہ لگا سے سینہ سے رکھیں اپنے داغ عشق کو ہم
کنج لحد میں مونس اپنا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

رکھتا اگر فولاد کا ہی زبان کون سوا سے آئینہ
جانکے حریف اس تیر نگہ کا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

لکھو ظفر تبدیل قوافی کر کے غزل اس بحر میں ہم
لیکن ہووے ثابت ہر جا ہوکے نہووے تو یہ ہی ہو

کون ہو جز دل سادہ پر فن ہووے نہووے تو یہ ہی ہو
ناداں دوست اور دانا دشمن ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

تمھاری کھینچیں گے تصویر ہم تصور سے
جو تجکو آتا ہی آ ایک دم مسیحا دم

کیا ہی عہد جو پہلے پھر ہیں نہ وہ اُس سے
کمی نہ گریہ میں تو کچھ دیکھو دیدۂ تر

فقط ہی چشم عنایت پہ زندگی میری
تمھارے کھوج سے آگاہ ہی دل پامال

تری گلی سے کہاں جائے ناتوان تیرا

ہمارے پاس قلم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
ترے مریض میں دم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

دوبارہ قول و قسم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
یہ سوز دل میں الم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

تری نگاہ کرم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
زمین پہ نقش قدم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

روانہ سوئے عدم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

ہم اُس صنم کے ہاں میں ای ظفر بلا گردان
نصیب طوف حرم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

کہتا ہی کون تمسے کہ خنجر بکف نہو
خاطر نشان نہ دل کی ہو ناوک نگہ کبھی

آتی ہی سینہ کو بی عاشق کی تو صدا
رکھتی ہی دل سے قصد صف جنگ چشم یار

جبتک کہ خوب عشق میں عاشق نہو خراب
بستر میں دیکھو اس سے مری چشم تر میں اشک

اللہ ہی ہمارا طرف دار ای ظفر

بر حق میں جان نثار محبت تلف نہو
جبتک کہ تیرے تیر نگہ کا ہدف نہو

محفل میں اُسکے گر نہیں آواز دف نہو
مژگان کی کیونکہ فوج کھڑی صف بصف نہو

چاہے وہ یہ کہ ہو مجھے عز و شرف نہو
نازاں ذُر خوش آب پہ تو ای صدف نہو

گو وہ اگر نہیں ہی ہماری طرف نہو

ردیف الہا

بہاؤن کیونکہ نہ آنسو کہ وہ مکدر ہو
دل اسکا مجھسے صفا ہو نہو تو یون نہین ہو

خیال زلف ترا آجا کے میرے سر کے ساتھ
یہ دفع سر سے بلا ہو نہو تو یون نہین ہو

فنا جیسے چاہیے ہو جائین ہم فنا ن پہلے
نصیب ہمکو بقا ہو نہو تو یون نہین ہو

عدو جو کہدے کہ سر ہے حق مین گو وہ ہو کہ نہو
کہے وہ ہوش ربا ہو نہو تو یون نہین ہو

گرہ کو دل کی ہی در کار ناخن ابرو
یہ عقدہ وہ ہی کہ وا ہو نہو تو یون نہین ہو

مریض عشق ترا کس طرح نمانگے موت
کہ جانتا ہی شفا ہو نہو تو یون نہین ہو

ظفر لگائیے سینہ سے یار کی تصویر
قرار دل کو ذرا ہو نہو تو یون نہین ہو

میرا شکوہ جب انھین پیش عدو واجب ہی ہو
چپ ہون کیونکر مجھے بھی گفتگو واجب ہی ہو

جب ہو خلوت کا مکان اور یار بھی ہو مہربان
پھر تو کہنی اپنے دل کی آرزو واجب ہی ہو

اے سراپا ناز خاک کشتگان ناز پر
ہون نہون گل لیک ہونا ز بو واجب ہی ہو

شرط یاری ہی گر سے جبر جا پینا یار کا
وان بہانا اپنا یارونکو لہو واجب ہی ہو

بس ہی وہ تار نگاہ سوزن مژگان مجھے
چاک سینہ پر اگر ہیر رفو واجب ہی ہو

جو کرے برباد ہونکو دل اسے پھر نا خراب
دربدر خانہ بخانہ کو بکو واجب ہی ہو

تیری محراب خم ابرو مین جو سجدہ کرے
اپنے آب دیدہ سے اسکو وضو واجب ہی ہو

ذبح کرنا جسکا اے قاتل تجھے منظور ہو
زیر خنجر اسکو رکھنا اپنا گلو واجب ہی ہو

نہیں ہرگز نظر صفائی کے ساتھ	ٹھہرتی اُس رخ مصفا پر
چلے ہی کیا گذر صفائی کے ساتھ	اسکا تیر نگاہ سینہ سے

کب مقابل ہو خاک آئینہ
اُسکے رخ کے ظفر صفائی کے ساتھ

اُسکے جھوٹے قول پر دھو بیٹھے آخر دل سے ہاتھ	کیا اٹھایا قول پر اُس رونق محفل سے ہاتھ

مطلع ثانی

بھاگ جاتے ہیں جو چھوڑا گر لینے وہ مائل سے ہاتھ	پھر وہ بھی جاتے ہیں جو ہو نہیں کبھی مشکل سے ہاتھ
ہوں یہ آلودہ ترے خون دل بسمل سے ہاتھ	کون کہتا ہی نکر تو ذبح پر اس طرح سے
کوئی آجائے عمل ایسا کسی عامل سے ہاتھ	چاہتا ہی جی کہ ہو جائے مسخر وہ پری
تا کہ پہونچے نہ اُس ساحل تلک اس ساحل سے ہاتھ	غوطہ کھاتے بیچ ہی میں آشنائے بحر عشق
ای طبیب اپنا اُٹھا تدبیر لا حاصل سے ہاتھ	ہو نہیں سکتا کا بیمار محبت کا علاج
گر نکالا تو نے لیلی پردہ محمل سے ہاتھ	ہوگا خون مجنونکا دل غیرت سے مانند حنا
اور اُسکا دور ہووے دامن قاتل سے ہاتھ	حسرت اُس بسمل پہ دامن گیر ہو جسکی قضا

پونچھے آنسو خاکساروں کے وہ کیا جو ای ظفر
دھوئے سو سو بار گر بھر جائے عطر گل سے ہاتھ

جا پہونچ ای نامہ بر تو بھی قدم برداشتہ	خط اُسے جلدی میں لکھتا ہوں قلم برداشتہ

شمع سے پروانہ ہل کر دیکھو جل جائے ہی جنکا دل آتش کدہ ہو انکو آتش کے لیے	سوختہ ہونا ہو جسکو جائے سوے سوختہ کیون ہو چقمق کی تلاش اور جستجوے سوختہ

عاشق دل سوختہ چپ ہی رہے تو خوب ہی
کون سنتا ہی ظفر وان ہاے و ہوے سوختہ

خجل ہی دیکھو کے ابرو ہلال کیسا کچھ فلک کے ہمنے ستارے تو کر لیے معلوم جو دوست تھے وہ ہین دشمن عجب تماشا ہی کے زوال سے جانو کمال کو میرے ہوئے کیونکہ گرفتار تار تار ہین دل نہ آسکے بہر عیادت جو وہ مسیحا دم	اسی سے جانو کہ ہوگا جمال کیسا کچھ کھلا نہ یہ کہ ہی اُس رخ کا خال کیسا کچھ ہوا ہی دیکھو زمانے کا حال کیسا کچھ زوال یہ ہی تو ہوگا کمال کیسا کچھ بچھایا زلف نے ہی اُسکے جال کیسا کچھ تو ہو مریض کو اُسکے ملال کیسا کچھ

ظفر نکالے فلک نے جو کجروی کے ڈھنگ
تو اک زمانہ ہوا پائمال کیسا کچھ

ہی جہان مین خواہش نام و نشان بیفایدہ مسکن اس بحر فنا مین کر نہ مانند حباب چین سے کسکو فلک سے آپ ہی چکر مین ہی دیکھو غنچہ کو ہی آخر مثل گل پژمردگی	سینہ کاوی ہی نگین کی طرح یان بیفایدہ ڈال پانی پر نہ بنیاد مکان بیفایدہ ہی ہوس راحت کی زیر آسمان بیفایدہ پیر پر ہنستا ہی تو کیا اے جوان بیفایدہ

مطلع ثانی

مطلع ثالث

مطلع ثانی

تیری صحبت خوش آئے کیونکر انہیں	ان کی صحبت کا اور ہی نقشہ
دل تو کیا جان تک بھی دین تجھکو	اپنی ہمت کا اور ہی نقشہ
جلے تیرے سے تپ غم کیا	اس حرارت کا اور ہی نقشہ
ہے قیامت سے اسکو کیا نسبت	تیری قامت کا اور ہی نقشہ
سیدھی باتون پہ ٹیڑھے ہوجانا	اسکی خصلت کا اور ہی نقشہ
تیری ان سرو قدیون پر بھی	سوز الفت کا اور ہی نقشہ
جلے کیا بوالہوس حقیقت عشق	اس حقیقت کا اور ہی نقشہ
کیونکہ جان بر ہو دردمند ترا	درد فرقت کا اور ہی نقشہ
تھا تو مجنون کو بھی جنون لیکن	میری وحشت کا اور ہی نقشہ
نقش جب لکھتے ہین عبث احباب	کہ محبت کا اور ہی نقشہ
جیسے دیکھا ہے تجھکو آئینہ رو	اپنی حیرت کا اور ہی نقشہ
کھینچ صورت نہ اسکی صورت گر	اسکی صورت کا اور ہی نقشہ
کرے جراح چارہ کس کس کا	ہر جراحت کا اور ہی نقشہ

اے ظفر ہے جہان مین خالق کہان
اپنی خلقت کا اور ہی نقشہ

کھنچا عجب ترے روے جبین کا ہے نقشہ	وہ مہر کا ہے یہ ماہ مبین کا ہے نقشہ

پھرتا آوارہ ہون پیچھے کسی ہرجائی کے
شہر سے کس طرح ظفر میرا قدم ایک جگہ

قلم سے خال نہ نوک قلم نکال کے لکھ
جگر سے آہ دلا و سہدم نکال کے لکھ

جواب نامہ ہمارا ہمارے قاصد پر
نہ آنکھین غصے سے ہوای پرستم نکال کے لکھ

نگار دلکو وہی جیا و نما سے عالیسے ہاتھ
کفن پہ میرے یہ تو میرا دم نکال کے لکھ

کبھی تو رقعہ طلب مین مری خدا کے لیے
کوئی ملاپ کا رستہ صنم نکال کے لکھ

کہے ہی کون کہ خط اوسکو تو نہ لکھ اے دل
پر اپنا حد سے نہ باہر قدم نکال کے لکھ

طبیب میرے لیے بھی کتاب مین سے تو
کوئی تو نسخہ آزار غم نکال کے لکھ

پڑھے وہ دلبر تو خط ظفر خوشی سے خط
کچھ ایسی تو نئی طرز رقم نکال کے لکھ

اوسکے کوچے مین کہان ایسے ٹھکانے کی جگہ
کہ جہان ہمکو ملے آنکھ ملانے کی جگہ

آئنہ کو تم اگر منھ نہ چڑھاؤ اپنے
تو نہو اسکو کہین منھ بھی دکھانے کی جگہ

نقش بر آب ہے ہستی کی نہین کچھ بنیاد
اے حباب ہے یہ کہان گھر کے بنانے کی جگہ

دل پہ گر زخم نہو کوئی تو کیا ہو معلوم
کہ یہ ہے ناوک جانانکی نشانے کی جگہ

کیا کرین جائین اگر آپ نہ ہم یار کے گھر
گھر مین جب اپنے نہو اوسکے بلانے کی جگہ

تجھے اے شمع ہوا سر کے کٹانے مین دریغ
ہائے شادی ہے نہین اشک بہانے کی جگہ

جس دیکھو نظر نفع تجارت سے نہ دیکھو

دیگر

سینہ پہ دھر کے دیکھو ذرا ایکبار ہاتھ

یہ حال ہے کہ اوچھلے ہے دل چار چار ہاتھ

جلد دوم دیوان ظفر

دور سے بھی جسکی صورت دیکھنے پائے نہ ہم | یہ تماشا ہی کہ ہو ہمکا مقرب آئینہ

دیکھیے ہوتی ہی کیا کیا ہمکو حیرانی ظفر

منہ لگا ہی اُسکا ہی پکر سے پیدا سب آئینہ

کب کہا مین نے کہ تو مجھکو بھی الفت سے نہ دیکھ | دیکھ پر میری طرف چشم عداوت سے نہ دیکھ

مطلع ثانی

جو کہ ہو تجھسے سوا تو اُسے حسرت سے نہ دیکھ | اور جو تجھسے ہو کم اُسکو حقارت سے نہ دیکھ

وہ تو دکھلا ہی ہر رنگ مین تجکو جلوہ | خواہ تو دیکھ اُسے خواہ تو غفلت سے نہ دیکھ

دیکھ آئینہ صفت ساتھ صفائی کہ ہمین | روش کینہ و آئین کدورت سے نہ دیکھ

دیکھون کیا گلشن ہستی کو کہ ہی خزان | تو بہار اسکی بہت بیٹھ کے فرصت سے نہ دیکھ

دیکھ کر تو مری تصویر بنا تا کیون | تجکو بیزاری اگر ہی مری صورت سے نہ دیکھ

فال کیا دیکھتا ہی تو کہ تری فال کو | نہیں حصے کی زیادہ تجھے قسمت سے نہ دیکھ

زال دنیا تجھے سو جلوے عروسانہ دکھا | ہی جو ہا مرد اگر تو اُسے رغبت سے نہ دیکھ

سُن ظفر قافیہ مصرع طرحی مین غزل

میری جانب کو ذرا چشم حقارت سے نہ دیکھ

کون کہتا ہی کہ شوخی و شرارت سے نہ دیکھ | دل کو لیکن نظر دزدی و غارت سے نہ دیکھ

دیکھ تو ہمت عالی ہے بشر کا رتبہ | مرتبہ اسکا بلندی عمارت سے نہ دیکھ

دیگر

سو دن سے راتدن بہنے لگی نمدیدہ آنکھ	کیون لگائی ہمنے اوس بے ادبی شوریدہ آنکھ
بین بھی دیکھنے پائے نہ اس بہوش کو ہم	کھل گئی یکبارگی اے طالع خوابیدہ آنکھ
ئے دل کو چرا کر رہ گئے سب دیکھتے	کیا بلا ہی دزد ای کافر تری دزدیدہ آنکھ
ہی رنجش کے سوا ہی کیا لڑائی مین جھول	تجھسے لڑکر دلکو کرتی ہی مری رنجیدہ آنکھ
سے نافہمون کو دنیا اپنے دکھلا کر	دیکھتے ہین کب اٹھا کر مردم سنجیدہ آنکھ
ہتا ہو شوق نظارہ مرا اے نامہ بر	خط کے سر نامے پہ جا بے مہر ہو چسپیدہ آنکھ
دل شامت زدہ یہ حلقہ مو مت سمجھ	تجھکو دکھلاتا ہی اسکا طرہ پیچیدہ آنکھ
ی تجھکو نہ لگ جائے نظر ڈرتا ہی جی	ڈالتا ہی تجھپہ مثل مردم نادیدہ آنکھ

اللہ اللہ جلوہ حسن و جمال فخر دین
ہو اوسی پر اے ظفر گردیدہ دل گردیدہ آنکھ

ردیف الیاء التحتانیہ

ے پا جو تری دیکھو اے صنم لیتے	تو پائین باغ مین جھک جھک کے گل قدم لیتے

مطلع ثانی

وہ نام ہمارا نہ دم بدم لیتے	تو انکا کیا تو نہین مطلب سمجھ نہ ہم لیتے
وان ہین کہ چڑھتا ہی انکا ضعف سے دم	جو سانس بھی ہین تجھ کا مریض غم لیتے

دیگر

دیگر

کھوں سو بار دل کو مین گر ہاتھ کہا میرا
جو ملنے ہی نہیں تو پر کہو کسکی بلا کہوے

جو زخمی ہو تیغ عشق کا یہ اسکو منصب ہے
لب ہر زخم سے قاتل کو اپنے مرحبا کہوے

ستاروں کی طرح سے تو بھی کاٹے رات آنکھوں میں
ظفر اپنی کہانی تجھ سے گر اُس مہ لقا کہوے

نہ تو پی بنگ کبھی ہمنے نہ مینوش ہوئے
سبزہ رنگوں کی نگاہوں ہی سے بیہوش ہوئے

اٹھ گیا کون بھلا اس بزم سے میکش ساقی
جسکے ماتم میں یہ بادل ہیں سیہ پوش ہوئے

عہد و پیمان تھے جو ساتھ تمہارے کیا کیا
ہو گیا کیا کہ جو سب تمکو فراموش ہوئے

دل گرفتہ کوئی کیا مجھ سا چمن میں آیا
کہ جسے غنچۂ گل دیکھ کے خاموش ہوئے

گئے آغوش لحد میں ہم اسی حسرت سے
کہ کبھی تم نہ آکے ہم آغوش ہوئے

گئے اس منزل ہستی سے بآرام وہی
جو کہ بار غم دنیا سے سبکدوش ہوئے

نکلے اشک آنکھوں سے اور سینہ سے نکلے نالے
دل میں پیدا جو محبت سے کے ظفر جوش ہوئے

جب سنی بات تری رشک قمر اور سنی
شام کو اور سنی وقت سحر اور سنی

نہ سنا ہمنے کسی بات پہ حرف تحسین
منہ سے گالی ترے ہاں کوئی مگر اور سنی

نہیں تحقیق کہ ہے کیا ترے بیمار کا حال
کل خبر اور سنی آج خبر اور سنی

دیکھیے حال جو ہوتا مگر اُس ظالم نے
اک ذرا میری نہ فریاد جگر اور سنی

تری تیغ نگہ کے سامنے ہے کون آ سکتا
وہی آویگا قاتل موت جسکی آئی ہوئیگی

جو اتنا گرم ہو کر آج تو اے شعلہ خو آیا
ہوا اتوا ہون تیرے آگ کچھ لگائی ہوئیگی

سبب غافل ہو جو آتش دبی سے بھونچال آئیگا
چلیں یہ دیکھو کہ جیسے زمین تھرائی ہوئیگی

عدو کے ہاتھ سے گر ساغر دہان پیے گا تو
تو بس سمجھ بیاں تجھے بھی افیون کھائی ہوئیگی

دکھاتا ہی رہیگا وہ تو اپنے ہر طرح جلوہ
ظفر دیکھے گا پردہ ہی جسے بینائی ہوویگی

زیادہ غیر سے جسدم ترے تپاک ہوئے
ہم آتش تپ حسرت سے جل کے خاک ہوئے

تمھاری موج تبسم کے ایک خنجر سے
ہزاروں غنچے گلستان مین سینہ چاک ہوئے

خدا ہی جانے کہ ہین دل بتوں کے کیا پتھر
کہ تجھ سے موم نہ اے آہ دردناک ہوئے

لگی رہی ہے انگور سے جو اپنی تاک
تو بعد مرگ بھی ہم دفن زیر تاک ہوئے

عجب طرح کا طبیبو مرض یہ ہے مہلک
کہ جو مریض محبت ہوئے ہلاک ہوئے

جنھوں کے دل رہے آلودگی مین دنیا کے
ہوئی طہارت ظاہر تو کیا وہ پاک ہوئے

پڑے ہیں عشق مین فرہاد و قیس مرد نبرد
گریز پا وہ ظفر سنکے تیری دھاک ہوئے

ملائے خاک مین گر وہ ستم شعار مجھے
بلا سے سمجھے مگر اپنا خاکسار مجھے

وہ گرچہ دشمن صبر و قرار ہے لیکن
نہ دیکھون جب تلک اسکو نہیں قرار مجھے

فلک پر ماہ گرچہ آنکو چمکاتا پھرتا ہے
مگر اس مہ جبین کے گرد چکر کھاتا پھرتا ہے

خبر ہے یا نہین تجکو کہ ہر شب تیرے کوچے مین
کوئی دیوار و در سے اپنا سر ٹکراتا پھرتا ہے

بہانے سے صبا گلگشت کے گر وہ غیرت گلشن
بہار اپنی گلونکو باغ مین دکھلاتا پھرتا ہے

نہین اپنی خبر بھی مجکو اور وہ سب سے کہتا ہے
خبر یا اُنکی یہی تو جا بجا ہو بجاتا پھرتا ہے

قیامت قتل گہ مین کیونکہ اے قاتل نہ برپا ہو
کہ لاشین اپنے مقتولون کی تو ٹھکراتا پھرتا ہے

ترے کوچے کو اے رشک چمن گلزار کر دیکھا
کہ عاشق چشم تر سے اپنے خون برساتا پھرتا ہے

تسلی دے ہے کیا مجھکو ابھی ہے وہ جو آتا ہے
تو میری طرح تو بھی ہمنشین گھبراتا پھرتا ہے

لگایا عطر تونے غیر کو ہان ہمنے بو پائی
نہ تیری ہی اس لگاوٹ پر بہت اتراتا پھرتا ہے

نہین دل یار سے پھرتا اگرچہ ناصح مشفق
پھرے ہے ساتھ پھر کے او مجھے سمجھاتا پھرتا ہے

بلا ہے فتنہ گر ہے شوخ چشم سرمہ سا تیری
کہ جسکی دیکھکر گردش فلک چکراتا پھرتا ہے

اُلجھکر پھر سلجھنا دیکھو اس کافر کا ہے مشکل
ظفر زلف بتان مین دل کو کیوں اُلجھاتا پھرتا ہے

اشک خون بہہ کر جو مژگان تر سے تیرے چلے
سیکڑون نالے مرے خون جگر سے تیرے چلے

خط جو ایسا ہو تمہارا سیہ آئی نگہ ہی یہ خطر
ذکر کچھ بید بہ عنبر وہان نامہ بر سے تیرے چلے

گر کسیکے قتل پر تمنے کمر باندھی نہ تھی
باندھ کر تلوار کیون اپنی کمر سے تیرے چلے

کوچے کٹواتے اگر اُس کوچے مین رکھتے قدم
سر کٹانے کی ہوس تھی ہم جو سر سے تیرے چلے

جلد دوم دیوان ظفر

تمام

دیگر

مطلع ثانی

قطعہ

ہاتھ آئے جو عاشق کو ترے دولت کونین | یکمشت گھٹائے اسے یکمشت اٹھائے

اس قاتل سفاک نے آفاق میں کیا کیا | ہنگامے نہ ہنگام زد و کشت اٹھائے

انگشت نما ضعف سے ہوں مثل مہ نو | ایک خلق ہی میری طرف انگشت اٹھائے

اے دل تری بس دیکھی رفاقت کہ ابھی سے | تو نے تو قدم رستے میں چل ہشت اٹھائے

تھا موتیوں کا ڈھیر جو اشکوں سے ہمارے | مہمان نے انہیں سے کئی مشت اٹھائے

جو بار امانت کہ ہی انسان نے اٹھایا | کیا تاب فلک کو کہ یہ نہ پشت اٹھائے

اسلام عجم میں ظفر آیا تھا عرب سے
اسواسطے تا مذہب زرتشت اٹھائے

روئے کب آ ہونگے کب اپنے آنسو پی گئے | کب بہا چشموں سے پانی اور کب آ ہو پی گئے

مطلع ثانی

خون مرا کیوں اس بت کافر کے گیسو پی گئے | کچھ یہ گنگا جل نہ تھا جو اسکو ہندو پی گئے

ایک دو ساغر سے کیا ہوتا ہے ہم تو خم کے خم | بیٹھ کر ساقی کے سب زانو بزانو پی گئے

بوسہ ابرو جو مانگا آگیا غصہ انہیں | پر وہ کچھ تھوڑی سی ہو کر چین برابرو پی گئے

ہاتھ سے گر غیر کے تو نے پیا جام شراب | ہم پیالہ زہر کا سن لیجو تو پی سے گئے

تیری آب تیغ ہی عشاق کو آب حیات | جی گئے وہ اسکو جو اک عربدہ جو پی گئے

بے نشہ تو ایکدن بھی ہم نہ ای ساقی رہے | مے نہیں تو بنگ ہی دو چار چلو پی گئے

اس سے خون شفق مین غرق ہی کیون ہو
تیا دے بھر کے تو جام شراب آتشین

دیکھ پایا کیا کہین تیر البا پان خوردہ ہی
اب بھی میرا علاج خاطر افسردہ ہی

رکھدیا سر زیر تیغ یار تو نے ای ظفر
آفرین شاباش تیرا واہ کیا دل گردہ ہی

بندہ ای بت بھی تیرے در سے پھرے
تو پھیرے جو مجھ سے تو پھر گلے پہ مرے
افران عدم کا کھلا نہ حال افسوس
ہے جو منھ پہ دم گریہ ابر دریا بار
چن صائب زر ہو ہزار چون خورشید
پھرتے عہد محبت سے وہ کبھی لیکن
ون پھیرے کوئی عمر رفتہ کو کیونکر
پھیرے چشم سے منھ یا غضب سے پھیرے آنکھ

ترا مریض محبت خدا کے گھر سے پھرے
نہ کیونکہ خنجر بران تری نظر سے پھرے
کہ جو ادھر سے گئے پھر نہ وہ ادھر سے پھرے
بہا بہا وہ مرے اشک چشم تر سے پھرے
مگر تلاش ہی مین شام تک سحر سے پھرے
ہمارے طالع برگشتہ کے اثر سے پھرے
کہ وہ نہ علم و ہنر اور نہ زر و زر سے پھرے
نگہ نہ دل کبھی اُس شوخ عشوہ گر سے پھرے

تمھاری بات کا کیا کوئی اعتبار کرے
کہ قول دیکے کئی بار تم ظفر سے پھرے

جلوہ کسکا مثل آفتاب آنکھونکے آگے ہی
مونہ مین تیرے ای رشک گل رکابی سے کے

وفور اشک سے جو ایک حجاب آنکھون کے آگے ہی
ہمیشہ اک گلستان کی کتاب آنکھون کے آگے ہی

مطلع ثانی

مطلع ثالث

ظفر اُس چشم وحشی مین نہین تحریر سرمہ کی
اس آہو کے گلے مین پالہنگ لاجوردی ہی

عیش سے گذری کہ غم کے ساتھ اچھی بنھ گئی
بنھ گئی جو اُس صنم کے ساتھ اچھی بنھ گئی

دوستی اُس دشمن جان سے نباہی تو سہی
گو نبھی ظلم و ستم کے ساتھ اچھی بنھ گئی

خوب گذری گرچہ اوروں کی نشاط و عیش مین
اپنی بھی رنج و الم کے ساتھ اچھی بنھ گئی

ہمکو تھا منظور اپنی خاکساری کا نباہ
بارے اُس خاک قدم کے ساتھ اچھی بنھ گئی

جو زبان پر آگئی آیا دل پہ نقش اُسنے کیا
لوح کی صحبت قلم کے ساتھ اچھی بنھ گئی

بوے گل کیا رہ سکے گر تی گل نے رہ کر کیا کیا
وہ نسیم صبحدم کے ساتھ اچھی بنھ گئی

شکر صد شکر اپنے منہ سے جو نکالی ہر نئی بات
ای ظفر اُسکے کرم کے ساتھ اچھی بنھ گئی

خط مین بہت سی اُسنے جہان و چنین لکھی
ہر بات اکچنی ہوئی اُبتک نہین لکھی

گردن خ اُس حسین کی محبوبی حسن کی
کیا خوب خط خوب سے حسین حسین لکھی

ثابت ہو جب خطاهری اور ہاتھ ہون قلم
خط مین اگر ہو مین نے شکایت کہین لکھی

ہوتا اسیکا صفحۂ ہستی پہ ہی ظہور
جو کچھ کہ سرنوشت مین مثل نگین لکھی

سیری ہوا تو شربت دیدار یار ہی
نسخہ مین کیون طبیب نے سر کا نگبین لکھی

لکھا جو اُسنے خط مین کسو کے مجھے سلام
سو بندگی رقیب کو بھی ہمنشین لکھی

ہم سوا تیرے سمن کچھ اور تماشا دیکھتے
اس تماشا گاہ میں ہیں یہ تماشا دیکھتے

تونے مارا کس کا ای ظالم ترے کوچہ میں ہم
ہیں بنیا آج ایک خون آلودہ لاشا دیکھتے

جوش وحشت اپنا دکھلاتے اگر مجنون کو ہم
بھاگتا صحرا سے وہ کیا یہ تماشا دیکھتے

یار دُاس تو خط کی ہم مشق ستم مثل قلم
سر ہمارا اُسنے تھا جسدم ترا شا دیکھتے

ای ظفر جس شی کو بتلاتے ہیں پیر الوالفضول
پاس اُن کے ہم نہین دو نیم ماشا دیکھتے

صورت جیسے اُس یار نے دکھلائی ہوگی
چشم اُسکی جو ہوگی بھی تو بینائی ہوگی

گر آہ و فغان ضبط کریگا دل بے تاب
ہوگا ہمین یہ فائدہ رسوائی ہوگی

ہوگی نہ تری چشم کے بیمار کو صحت
جب تک کہ ترے لب سے مسیحائی ہوگی

افسانۂ غم جس نے سنا ہوگا ہمارا
اک لحظہ اُسے رات کو نیند آئی ہوگی

ہو وینگے بہت باغ مین شمشاد و صنوبر
ای سرو روان تیری سی رعنائی ہوگی

مٹی تجھے دیتی ہو اگر کشتہ کو اپنے
جا جلد پہونچ لاش ابھی دفنائی ہوگی

اُس یار دل آزار کو دل دیکے کسی نے
راحت کبھی دنیا مین ظفر پائی ہوگی

گر ان رسائی نہین تو پھر کیا ہی
پہ جدائی نہین تو پھر کیا ہی

ہو ملاقات تو صفائی سے
اور صفائی نہین تو پھر کیا ہی

گاہ خوشی ہین گاہ خفا ہین گاہ مکدر گاہ صفا
گاہ جدا ہین گاہ بہم یہ کیسکے ہوئے اور کیسکے ہونگے

کرتے ہین ظاہر لطف و عنایت منھ سے کہین یہ جیسے نہایت
دل مین بھرا ہی اُنکے ستم یہ کیسکے ہوئے اور کیسکے ہونگے

قول و قسم سب انکے غلط ہین اپنی غرض کے یار فقط ہین
جانتے ہین خوب انکو ہم یہ کیسکے ہوئے اور کیسکے ہونگے

کتنے ہین انکے مریض ہجران مرگئے آہ بغیر از درمان
چارہ ساز عیسی دم یہ کیسکے ہوئے اور کیسکے ہونگے

کس سے انھون نے مہر و وفا کی جس سے لیا دل اُس سے دغا کی
ایسے ہو کیا امید کرم یہ کیسکے ہوئے اور کیسکے ہونگے

انکو کسکا پاس محبت یہ کیا جانے طرز مروت
اُنکی نہ بھر یے چاہ کا دم یہ کیسکے ہوئے اور کیسکے ہونگے

کشتہ اگر ہو تیغ جفا سے کوئی انھین کیا انکی بلا سے
انکو ظفر ہی کسکا غم یہ کیسکے ہوئے اور کیسکے ہونگے

اس میکدہ مین کیا خوش ہیکر شراب ہوگئے	تم ای شراب خوارو دیکھو خراب ہوگئے

مطلع ثانی

دیکھنا دل کیا قیامت پر قیامت لائیگا
لیکے محشر میں جو ہم ساتھ اس بلا کو جائینگے

قتل سے عشاق کے کس واسطے ڈرتے ہو تم
آپ سے کیا مانگنے وہ خون بہا کو جائینگے

نسخۂ اکسیر کو خاکساری سے دیا
کیا غرض جو ڈھونڈھنے وہ کیمیا کو جائینگے

گل گریبان چاک کرڈالیں گے جس دم اے صبا
وہ چمن میں کھول کر بند قبا کو جائینگے

جائینگے گر ناصح مشفق ترے سمجھانے کے پاس
پوچھنا سمجھا کے کیا اس مبتلا کو جائینگے

ہم جو کعبہ جائینگے تو واں سے ہو کر اے ظفر
پھر مدینہ کو نجف کو کربلا کو جائینگے

آئینہ سے یوں نہیں تیری آنکھ گر لگ جائیگی
دیکھنا پھر تجھکو تیری ہی نظر لگ جائیگی

آج بھی آئیگا تو یا پھر وہی کل کی طرح
پانوں نہیں منصدی تیرے اے فتنہ گر لگجائیگی

ہے پری اُس زلف کی سرکار اپنی جنس دل
گر لگا دیگا کوئی آشفتہ سر لگ جائیگی

جیسے دینیکا نہیں یاں اضطراب دل مجھے
دیر گر تجھکو وہاں اے نامہ بر لگ جائیگی

تم جو پوچھوگے کسی سے کوچۂ دلدار میں
ہمنشینو کچھ نہ کچھ دل کی خبر لگ جائیگی

کیوں لگاتے دل کسی سے ہم اگر یہ جانتے
جان کے پیچھے بلا ایک اس قدر لگ جائیگی

گر یہی ہے آہ آتشبار تو جا سے شفق
خیمۂ افلاک کو آگ اے ظفر لگ جائیگی

گفتگو ہونے وہاں آٹھو پہر اور لگی
دل خبردار ہو یہ آج خبر اور لگی

بن گیا اتنا تصور گر مصور دیکھنا | یار کی تصویر اک پیش نظر بنجائیگی

دیکھو ما نو دختر رز کو لگاؤ تم نہ منھ
یہ پڑیگی جب گلے مشکل ظفر بنجاے گی

تنہا کبھی جو اُنسے ملاقات ہووے گی | باتیں کبھی ہونگی اور کبھی کچھ بات ہوگی
مہمان بلا کے غم کو کیا واے گھر تباہ | ایسی کبھی کم کسیکی مدارات ہوگی
آئیگا خاک ہوسکے بھی دامن اُسکا ہاتھ | قسمت تو اپنی ساتھ ہی ہیہات ہوگی
برسینگے اشک یونہیں جو آنکھوں سے متصل | بارہ مہینہ ملک میں برسات ہوگی
خط غیر کا چھپایا جو اسنے تو کھل گیا | کچھ خط کے ساتھ اور بھی سوغات ہوگی
ہونگے جہان میں یونتو طرحدار اور بھی | لیکن یہ چھب کہاں یہ کہاں گات ہوگی
ہوتی نصیب ہے ہی میسر شب وصال | جب تک نہ دن بھرینگے نہ وہ رات ہوگی
نکلینگے خانقاہ سے جس وقت پھر وہی | ہم ہونگے رند ہونگے خرابات ہوگی

چھپ چھپ کے رات کا نہیں جانا ہے تیرے سبب
تمنے ظفر لگائی کہیں گھات ہووے گی

صلح کی ٹھہرا ہے ابتو لڑائی ہو چکی | ہو چکی صاحب محبت آزمائی ہو چکی
میرے گریہ نے نہ دھویا یار کے دل کا غبار | ہے زیادہ تر کدورت بس صفائی ہو چکی
بیطرح اے دل پھنسا تو جاکے زلف یار میں | تجکو اس دام بلا سے اب رہائی ہو چکی

دیگر

جو مست سرکشی سے بہکر خراب ہونگے
مستی مین آپ ہی وہ اپنے خراب ہونگے

مطلع ثانی

گرم فغان جو ہم باہم پر آب ہونگے
ہو وینگے دشت دریا دریا پایاب ہونگے

گلگشت میں تمھارے رخسار آتشین سے
گلشن مین گل ہزارون گل کر گلاب ہونگے

غفلت سے آنکھ تیری جس دم کھلیگی غافل
جتنے ہین یہ تماشے دنیا کے خواب ہونگے

بجھتے یہ سانس گھٹنے ہی ہم سانہ اُنکے
گر جانتے وہ ہمپر گرم عتاب ہونگے

ہو سوز عشق سے وہ دل پر ہمارے گرمی
دیکھینگے گر خنک دل جل کر کباب ہونگے

جب سے ظفر تمھارے سبکی زبان ہی چلتی
جب تم جواب دوگے سب بے جواب ہونگے

اُس نگاہ مست سے کچھ ایسی مستی لگ گئی
چھٹ گئی پرہیز گاری مے پرستی لگ گئی

گر پڑے فوارہ سرکش نہ کیونکر سرکے بل
ہی بلندی کے عزیزو ساتھ پستی لگ گئی

آگیا اُس ابرو پیوستہ کا جس دم خیال
دل پہ میرے یک بیک تیغ دو دستی لگ گئی

اک نگہ پر لے لیا ہی مول تونے میرا دل
دیکھو تیرے ہاتھ یہ کیا جنس سستی لگ گئی

کھول دی اُسنے عرق افشان جو وہ زلف دراز
کیا زمین سے جھوم کر بدلی برستی لگ گئی

بھاگا مجنون شہر کو طعنہ زنی سے خلق کے
کیا کرے وہ پیچھے اُسکے ساری بستی لگ گئی

اُسنے ہنس ہنس کر گذاری عمر غفلت مین ظفر
مثل گل جسکو ہوائی باغ ہستی لگ گئی

دیگر

مطلع ثانی

جلد دوم دیوان ظفر

مارا قاتل نے ہمین کو سب سے پہلے ای ظفر
اسکے سر بازون مین بارے اپنی عزت رہ گئی

...دھیان پر جسکے تیری زلف دوتا چڑھ جائیگی
پھر کلیجے کی ہی اُسکو ایک بلا چڑھ جائیگی

...ہم سوال بوسہ پر چڑھتے نہ منھ گر جانتے
تیوری یون تیری ای کافر ادا چڑھ جائیگی

...تو چلے گی دشت وحشت مین ہمارے ساتھ کیا
دو قدم مین سانس تیری ای صبا چڑھ جائیگی

...اتنا سکے آنے پہ تیرے کیا کرون تکرار مین
غنچہ تجھے تو اور بھی ای بے لقا چڑھ جائیگی

...ہی سے کہ نہین ہم دختِ رز کو دیکھنا
جب تو قابو پر ہمارے ساقیا چڑھ جائیگی

...تم دل پر میرے پی زہر کی ای چارہ گر
چڑھ چکی ہی بارہا اور بارہا چڑھ جائیگی

دھیر تک اپنے جو آئیگا ظفر وہ شہسوار
باد کے گھوڑے پہ خاک اپنی سوا چڑھ جائیگی

...بر کی تیرے بات ذرا چل کے تھم گئی
تلوار آج ہوش ربا چل کے تھم گئی

...پھر جہان مین کچھ نہ چلی کشتی حباب
تھوڑی سی دور یہ تو ذرا چل کے تھم گئی

...قاتل چلی تھی حلق پہ میرے ذرا چھری
تو نے جو ہاتھ تھام لیا چل کے تھم گئی

...اُڑا لیا چلے گی خاک کہ آندھی تھی میرے ساتھ
دشت جنون مین باد صبا چل کے تھم گئی

...کچھ سبب کہ اب تلک آئی نہین اجل
یا تو ابھی چلی نہین یا چل کے تھم گئی

...تن سے نکل چلی تھی مری جان ناتوان
بیجے غصا سے آہ رسا چل کے تھم گئی

کیفیت اپنی چشمِ سیہ مست کی نہ پوچھ
صوفی تمام دیکھکے میخوار بن گئے

مین نے دیا تھا دل انھین دلدار جانکر
وہ لیکے میرے دل کو دل آزار بن گئے

اُس گل بغیر رات کو آئی نہ مجھکو نیند
بستر کے تار حق مین مرے خار بن گئے

کیسی بنے گی دیکھیے کیونکر چھپے گا راز
غماز میرے دیدۂ خونبار بن گئے

بنا بگڑنا ساتھ بنا ہی زمانہ مین
دو چار گر بگڑ گئے دو چار بن گئے

یہ کیا بلا ہوئی کہ ابھی پیش چشم یار
ہم تندرست آ گئے تھے بیمار بن گئے

بیٹھا تھا مین سو اپنی طرف جنھین وہان
جاتے ہی سب وہ اُسکے طرفدار بن گئے

ہشیار رہنا چاہیے یارون سے ای ظفر
ہین یار اِس زمانہ کے عیار بن گئے

چشمِ غفلت اک ذرا تیری اگر کھل جائیگی
جو حقیقت ہے وہ سب ای بیخبر کھل جائیگی

مطلع ثانی

زخم سینہ کی مری پٹی اگر کھل جائیگی
بند ہے وہ جو رو خون جگر کھل جائیگی

تو سمجھ دل کی گرہ ہے غنچہ کی گرہ
تجھ سے یہ کس طرح ای باد سحر کھل جائیگی

چشم مہر و ماہ مین ہو جائیگا عالم سیاہ
زلف مشکین جب تری رخسار پر کھل جائیگی

گر یہی رونا رہا تیرا تو آخر دل کی بات
تیرے ہمچشمون پہ سب ای چشم تر کھل جائیگی

نامہ بر سکو نہ لکھتا خط جو مین جانتا
خط کے کھلنے سے خبر وان پیشتر کھل جائیگی

مانگ کیا بیٹھا سنوارے ہو گلے لگ جاو رے — رات باقی ای بت بے پیر آدھی رہ گئی

آکے آدھی دور میرے گھر سے کیوں وہ پھر گئے — کیا کشش میں دل کی اب تاثیر آدھی رہ گئی

نامہ بر جلدی میں تیرے وہ جو تھی مطلب کی بات — خط میں آدھی ہو سکی تحریر آدھی رہ گئی

پاس میرے وہ جو آئے تھے تو بعد از نصف شب — نکلی آدھی حسرت ای تقدیر آدھی رہ گئی

دل نے کی ساری خرابی لے گیا مجکو ظفر
وان کے جانے میں مری توقیر آدھی رہ گئی

کیا خرد بدخواہ کیا تدبیر دشمن بن گئی — میرے حق میں تو میری تقدیر دشمن بن گئی

پڑے پرزے ہوتے کیوں سکے بھولیجا نامہ یہ خط — پیک قاصد کی مری تحریر دشمن بن گئی

زلف مشکیں باندھتی ہے دل کی مشکیں کس لیے — کیا خطا کیا جرم بے تقصیر دشمن بن گئی

میں اگر یہ جانتا تجھ سے نہ کرتا دوستی — خلق میری ای بت بے پیر دشمن بن گئی

جانتا ہوں نہیں پیے گی یہ مقرر میرا خون — میری ای قاتل تیری شمشیر دشمن بن گئی

کرنہ کہتا حال اپنا کیوں وہ ہوتا خشم ناک — میری ای یارو میری تقدیر دشمن بن گئی

ای ظفر اس وقت میں عزت ہے ذلت کا سبب
صاحب توقیر کی توقیر دشمن بن گئی

کبھی منہ سے نہ انکا نام یارو ہم نکالیں گے — ہم ان سے کام اپنے سب اشارے سے نکالیں گے

نہیں کھلتا دل اپنا صوفیو نہیں ایکدن چل کر — وہیں ہم دل کی اپنے بادہ خوارو ہم نکالیں گے

چڑھ جائیں نظر اپنی گر ہے سکے دُرِ دندان
اشکوں کی طرح گوہر آنکھوں سے گرا دیجے

جب جان کے ساتھ اپنی جاۓ یہ رفیق اپنا
کیونکر غم جاناں کو پھر دل میں بٹھا دیجے

نرگس کو بہت تم سے ہے دعویٰ ہم چشمی
یکبار اسے آنکھیں گلشن میں دکھا دیجے

صورت کے دکھانے میں اُٹھتا ہے اگر پردہ
تو پردہ ہی میں اپنی آواز سُنا دیجے

پھر کاٹنے سے غیروں کے تم آگ ہو پھر
گر ہمکو جلاتا ہے تو یونہیں جلا دیجے

زخموں پہ مرے دل کے کیجے نمک افشانی
الفت کا مزا اُسکو ہاں کچھ تو چکھا دیجے

تو بھی نہ ہلے ہرگز وہ غیر کے پہلو سے
نالوں سے ظفر اپنے گر عرش ہلا دیجے

کب تصور سے تری تصویر بن دیکھے کھنچے
پر محبت میں ہے یہ تاثیر بن دیکھے کھنچے

کھنچتے ہیں اُس سے کہ جسکی دیکھتے ہیں کچھ خطا
مجھ سے کیا جانے وہ کیوں تقصیر بن دیکھے کھنچے

صورت اپنی وہ جو دکھلا دے تو پھر کیا حال ہو
جیسے یاروں میں ہم شمشیر بن دیکھے کھنچے

قصر جنت جسکو کہتے ہیں وہ ہے اے حور وش
تیرے گھر کے نقشۂ تعمیر بن دیکھے کھنچے

دیکھ کر اُسکو ہے جان کے دینے میں دیر
مجھ سے کچھ عرصہ تو اے تقدیر بن دیکھے کھنچے

صید دل میرا کماندار نے دیکھا بھی نہیں
ہیں کمانوں میں ہزاروں تیر بن دیکھے کھنچے

دیکھ کر ذلت جو کھینچا ہاتھ دنیا سے تو کیا
اے ظفر کچھ ایسی ہو تدبیر بن دیکھے کھنچے

بجنے جہان مین اپنی رسوائی کے نقارے ۔۔۔ محبت مین تری نوبت یہ ای بیدادگر پہونچی

ری خاک اُس کو چمن جو تونے نہ رہنے دی ۔۔۔ تجھے تکلیف تھی کیا اُس سے ای بادِ سحر پہونچی

ہی پہونچا نہ جاتا آنسوؤن سے میرے دامن تک ۔۔۔ مدد جانب سے خونِ دل کی برای چشمِ تر پہونچی

ئی اُس مہروش کو حال سے میرے نہ آگاہی ۔۔۔ اگرچہ آسمان پر میری فریاد جگر پہونچی

غمِ دوری ہی پاس اپنے نشانی اُنکی کافی ہی
نہ چھلا نہ انگوٹھی چاہیے ذای ظفر پہونچی

کام کے آخر یہ نظر پہلے ہی پہونچی ۔۔۔ عقل اپنی جدھر پہونچی اُدھر پہلے ہی پہونچی

کوئی فرشتہ تمھارا ایک تصور ۔۔۔ قاصد بھی نہ پہونچا کہ خبر پہلے ہی پہونچی

ن خاک اُڑائی ہی کہ اس خاک بسر کی ۔۔۔ وہان خاک تو ای بادِ سحر پہلے ہی پہونچی

ل ہی سے اُسکے لبِ شیرین پہ بنا خال ۔۔۔ مکھی یہ سرِ تنگِ شکر پہلے ہی پہونچی

نہ وہ ہی کشش ابھی گلشن مین کہ نرگس ۔۔۔ لے ہاتھو مین ایک کاسۂ زر پہلے ہی پہونچی

نچا ہی اب دیدۂ تر تک سے پانی ۔۔۔ ہی آتشِ دل تا بجگر پہلے ہی پہونچی

پہونچے سرِ منزل جو گئی راہ رو عشق
تقدیر مجھے لیکے ظفر پہلے ہی پہونچی

ل اور ہم اک عمر ہر کہین پہونچے ۔۔۔ جہان سے آئے تھے آخر کو پھر وہین پہونچے

مطلع ثانی

تماشا اور ہی کچھ ہمنے دیکھا ساغر دل میں
ظفر کیا دخل کیفیت کو اُسکی جام جم ہووے

مکدر ہو جیے کیوں اور صفائی سوچکر کیجے
اگر پہلے ہی اُن سے آشنائی سوچکر کیجے

نہو قدرت خدا کی جس میں کوئی بت نہیں ایسا
صنم خانہ میں پر سیر خدائی سوچکر کیجے

کیے سیدھے ہزاروں ٹیڑھے بانکے چرخ کجرو نے
اگر کیجے بیان کچھ کج ادائی سوچکر کیجے

کہاں پرواز کی طاقت نہیں ہیں بال و پر ثابت
قفس میں کیا تمناے رہائی سوچکر کیجے

گرہ زلفوں کی اپنی کھولتے میں آشنا سے
مجھے دل کی بھی کچھ عقدہ کشائی سوچکر کیجے

لگایا پانوں کو جو ہاتھ تو جھنجلا کے یوں بولے
کہ ہاتھ اوروں کے بھی ہیں ہاتھا پائی سوچکر کیجے

نہیں ہے بے تامل خوب کوئی کام دنیا میں
ظفر کیجے بھلائی یا برائی سوچکر کیجے

دل پر بلاے زلف گرہ گیر ڈال دی
تو نے مصیبت اے مری تقدیر ڈال دی

جب روبرو وہ آئے تو پاے نگاہ میں
موج سرشک چشم نے زنجیر ڈال دی

اپنی بھویں بنا کے دکھائیں جو یار نے
شمشیر گر نے ہاتھ سے شمشیر ڈال دی

لکھا جو ہمنے اپنی سرافگندگی کا حال
گردن قلم نے بھی دم تحریر ڈال دی

جب ہم سمجھ گئے کہ ہے تقدیر کیمیا
دریا میں ہمنے جتنی تھی اکسیر ڈال دی

جوں مہر و مہ بہم ہوئے دو یار گرد و روز
تو نے جدائی اے فلک پیر ڈال دی

مطلع ثانی

کیون زلف کو اُس کا فرِ بدکیش کی چھیڑا
کیبہ چھوڑتے ہین ہاتھ سے ہم دامن قاتل
گل تمسے ہو رو کش تو رخ گل پہ طمانچہ
ہین لبس ہین ہون صیاد وہ دیکھیے مجکو
ہین لیے ہی چھوڑونگا ترا بوسہ بلا سے

بیشک یہ ہوئی ہمسے خطا مارے کہ چھوڑے
وہ کھینچ سکے شمشیر جفا مارے کہ چھوڑے
گلشن مین کہو باد صبا مارے کہ چھوڑے
پچھوڑ کا گئے تہ دام بلا مارے کہ چھوڑے
کوڑے مجھے گیسوے دوتا مارے کہ چھوڑے

اُس کوچے مین چھپ چھپکے جو تم رات کو جاؤ
پھر کوئی ظفر تمکو بلا مارے کہ چھوڑے

خیال شام تک آیا سحر سے دو باری
ہم اک نظر مین بد و نیک تاڑ لیتے ہین
خط اُس سے لیکے پڑا او خط کو پھر پڑھوگے
وہ روز نکلے ہی یون گھر سے عید مین
دل ایک بار مرا خون ہوا جگر اکبار
ہمین نہ شوق ہوا ہو تو کیون ترانہ ہو

کہ نکلے شب کو وہ کیون اپنے گھر سے دو باری
چہ جائے گذرے جو کوئی نظر سے دو باری
خفا ہو کے وہ پیر نامہ بر سے دو باری
نکلتے شاہ ہین سب کرو فر سے دو باری
بہا لہو جو مری چشم تر سے دو باری
خط ایک بار اُدھر سے اِدھر سے دو باری

خفا ہو غیر سے دو چار دن مین تم اکبار
اور اک گھڑی مین ہو بر ہم ظفر سے دو باری

حضرت دل جبکہ قابو سے شرابی مین پڑے
ہم بھی ہوکر اک خراباتی خرابی مین پڑے

ظفر لگے نہ لگے ہاتھ کچھ نصیبون سے
پر اُن کی چھاتی پہ ہاتھ اپنا دمبدم دوڑے

حضرت دل جو چل جانا کی شتابی مین پڑے	ہوکے ہم بیتاب ساتھ اُنکے خرابی مین پڑے
محتسب ہی سدّ راہ میکدہ کیونکر وہ مست	لو یہی نگارون پہ دوکان کبابی مین پڑے
چاہتا ہی جی کھڑے ہم چپکے چپکے سنین	غیر سے باتین کرو تم بے حجابی مین پڑے
کون وہ مہ وش ہی جسکی گذر کے واسطے	نقل انجم پہ فلک کے ہین رکابی مین پڑے
رہتے ہین سب خدمت عالی مین حاضر بار بار	ہم ہین دروازہ پہ فکر باریابی مین پڑے
خم ہی کس کام کی ساقی کہ خم ہی سر بمہر	منہ پڑے اپنے اگر جام گلابی مین پڑے

بہ گیا چشمون سے دریا ای ظفر مانند نیل
وہ نظر اس رنگ سے پوشاک آبی مین پڑے

کرتے ہین تدبیر ہم تدبیر دیکھین کیا کرے	اور پھر تدبیر سے تقدیر دیکھین کیا کرین
نہ اتو شکوہ سمجھے ہین ہم گر یہ سچ ہی	وہ جواب اسکا ہین تحریر دیکھین کیا کرین
سینہ و دل تو مشبک کر چکے مژگان و تیر	کھینچی اس ابرو نے بھی شمشیر دیکھین کیا کرین
یان تو قاصد نے بہت باتین بنائین ہمنشین	جاکے اُسکے روبرو تقریر دیکھین کیا کرین
سیکڑون کو قتل کرتا ہی وہ ظالم بے قصور	ہم سے تو سرزد ہوئی تقصیر دیکھین کیا کرین
ای پری جسکے شہرت ہی ترا دیوانہ ہو	دیکھ لے جب وہ تری تصویر دیکھین کیا کرین

جفاکش اور ستم پرور نہ ہم جیسے نہ تم جیسے
بلاکش اور غارت گر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

سنے تھے عشق کے چرچے نہ پڑتیں حسن کی دھومیں
جہاں میں ہوتے پیدا گر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

نہ اپنے چشم تر میں پارہ ہائے دل نہ اشکوں سے
نہ ہونگے لعل اور گوہر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

بتائیں حضرت دل یوں تو دیکھے سیکڑوں بسمل
دل بیتاب اور مضطر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

شرار آہ سے کہتے تھے شعلے شبکو نالوں کے
کہ چمکے چرخ پر اختر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

جہاں میں عاشق و معشوق یوں تو اور بھی ہونگے
مگر ہووینگے اے دلبر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

جلائے عشق کی آتش نے اے پروانو دل سبکے
ہوئے پر جل کے خاکستر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

نگاہ و چشم سے کہتے ہیں اُسکے عشوہ و غمزہ
کہ ہیں دنیا میں جادوگر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

برے ہیں یا بھلے ہم تم ظفر لیکن غنیمت ہیں
کہ یاں آئینگے پھر پھر کر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

نکالوں بات کوئی سوچکر انوکھی سی
سناؤں انکو حکایت مگر انوکھی سی

ادھر بھی رونیکا انداز اک نرالا ہے
ہنسی کی طرز اگر ہے اُدھر انوکھی سی

انوکھی طرح سے آتا ہے میرا قاصد آج
کوئی وہ لایا ہے شاید خبر انوکھی سی

نہیں ہیں ناز ہی تیرے فقط عجیب و غریب
ہر اک ادا بھی ہے اے عشوہ گر انوکھی سی

لبوں پہ عالم شام و شفق کہ سرخی پان
تری ہے لعل مسی زیب پر انوکھی سی

ہمیشہ لکھے بھی آتے تھے خط پہ ابکی بار
عبارت اُسنے لکھی نامہ بر انوکھی سی

قطعہ

عشق مین ایسی ہوئی ہی مجھکو بے چینی نصیب اور دل بھی بس حصہ سوا ہو ہر گھڑی	ظاہر ہون گرچہ مین سبکی نظر مین چین سے اک گھڑی گذرے مجھے گردش بہر مین چین سے

گرمی و سردی کا چین ہین یہ جیسے کہ دو نون مکان
تم رہو اگر دل و چشم ظفر مین چین سے

جائین نکل ہم دشت جنون کو چہو ٹین گھر کے قضیے سے
ناک مین دم ای ہوش و خرد ہو آٹھ پہر کے قضیے سے
زلف ہی اُسکی شام بلا یا رخ ہی اُسکا صبح صفا
ای دل تجکو مطلب کیا اس شام و سحر کے قضیے سے
الفت مال و زر نہین جنکو اُنکو غرض کیا قضیون سے
سارے قضیے دنیا کے ہین مال و زر کے قضیے سے
جو قضیے دلال ہین وہ سب جمع ہین اُنکی محفل مین
بیٹھے رہتے ہین اُن سے الگ ہم بار و ذر کے قضیے سے
کرتا ہی جو بازار وفا مین سودا جنس محبت کا
کام نہین سوداگر کو اُس سود و ضرر کے قضیے سے

ای دل ہو مشغول بحق تو ہو کر فارغ دنیا سے	جو ہین اہل ہنر کے اُنکو نہین ہی کام ہنر کے قضیے سے

مطلع ثانی

پردۂ غفلت اپنا اُٹھا کر دم مین

ہو جو تصور آنکھوں میں اُس ماہ جبین کے جھومر کا
کیونکہ کہو گر جاے نہ اپنے عقد ثریا آنکھوں سے

خانۂ چشم میں وقت گرمی اگر وہ یار آئے ظفر
کیونکہ جھلون مژگان کا نہ اپنی پنکھا آنکھوں سے

ر اُڑتا ہی جی مژگان چشم پر تغافل سے
یا دل کو گرفتار اُسنے جب سر محبت پر
ری آہ و فغان سے بیمزہ ہو تو نہ ای گلرو
یال زلف میں دل کسکی چل کر آہ کرتا ہی
چمن میں نغمۂ بلبل کو سنکر وہ لگے کہنے
بر اُڑتی ہی کچھ سنکر صبا سے اُن کے آنیکی

الٰہی تو بچائے رکھیو اُس ہودی کے چنگل سے
تو شکین زلف سے باندھیں لگے اُس کا گل سے
نمک پر جا ہی اک حسن گل میں شور بلبل سے
کہ موج دود پیچان کم نہیں ہی شاخ سنبل سے
لگے آگ اس چمن کو مر الگجرا تا ہی جی غل سے
رہا میں سر گوشیان غنچہ کی کیا کیا باغمیں گل سے

ظفر تھوڑے سے ہمنے شعر چھٹ پٹ اس لیے لکھے
نہ تھی ایسی غزل یہ جسکو لکھتے ہم تامل سے

لگاتے ہیں کسیکو زور اپنا گر جہالت سے
لے خسرو کو شیرین کو بکن ناکام مرجاوے
سے ہی اختیار ای دل جدھر چاہے وہ لیجاوے
بانکو کچھ نہیں ہی کام اظہار محبت میں

سراسر ڈوب جاتے ہیں عرق میں ہم خجالت سے
بعید ای عشق ہی یہ بات انصاف و عدالت سے
نہیں ہی کام کچھ ہمکو ہدایت اور ضلالت سے
کہ دل آگاہ کر دیتا ہی دل کو اپنی حالت سے

ایا ہی یہ کہہ یہ چمن جائے می کشی	ہر گل دکھاتا آنکھ ہی مانند جام کی
آیا ہی پوچھنے کو وہ ظالم مرا مزاج	طاقت بھی جب زبان کو نہین ہی کلام کی
اتنے قیام پر تو ہین اتنی قیامتین	کیا جانے کیا ہو گر یہ جگہ ہو قیام کی

مشکل ہی کار عشق و جنون لیکن آگہی
مجنون کو عقل ہی ظفر اس انصرام کی

میان مجنون کو تو سنتے ہو تم دیوانے برسون کے	کرین آباد کل پر سو نہین ہم ویرانے برسون کے

مطلع ثانی

پریرو ہم تری صورت کے ہین دیوانے برسون کے	اور ان مستی بھری آنکھون کے ہین مستانے برسون کے
کسی تو لٹے ہوئے دل کو سنوارو ورنہ کیا حاصل	بنائین مسجدین ڈھا ڈھا کے گر بتخانے برسون کے
سپند آتش پہ کب ٹھہرے ہی پروانہ عارض کے	پڑے ہین حسن کے شعلہ پہ کاشانے برسون کے
برا ہو محتسب کا ایک دن مین کردئے ویران	وہ جو آباد تھے اس شہر مین میخانے برسون کے
گلے سے آ و لگ جاؤ وہ گلے قصے جانے دو	گلے شکوے زبان پر کیون لگے تم لانے برسون کے
کرین ہم سینہ کوبی ہم تری الفت مین مدت سے	دردل پر ہمارے ہین یہ نوبتخانے برسون کے
لگی کرتی ہی کیون ای چشم تر آنسو بہانے مین	ابھی تو مجھ سے داغ سینہ ہین دھلوانے برسون کے

مرا کاتب لگا گو ان دو باتون کے لکھنے مین
ابھی دفتر پڑے ہین ای ظفر لکھوانے برسون کے

اس زمانہ مین ظفر ایسے کہان وہ آشنا
چاہتا دل مین ہو جو ایک خوار ہی ایک کی

تب عشق مین ہنگام شروع سبقے
پہلے مجموعہ دل کے ہون پریشان ورقے

لوہ شبنم و گل پہ سحر دلاتی مجھکو
دم گلگشت چمن یاد نخ پڑھ رسقے

ینے بیمار کی آئے وہ عیادت کے لیے
جب یہ جانا کہ ہو جان آمین تو شاید رقے

س گلستان مین شگفتہ بھی اگر مین ہون تو کیا
روش گل ہون جگر خون شدہ و سینہ شقے

بھو عوض دل کے وہ تکرار سے دیتا ہی تو کیا
اطلے بر الملے یا قسلقے بر قسلقے

خ گلگون یہ ہی اُس گل کے نشکی سرخی
جلوۂ صبح بہاران و بہار شفقے

ای ظفر تمکو ہی منظور اگر رد حسود
تو پڑھا کیجیے قل اعوذ برب الفلق

ادل کیا دل اُنکے بچپن آئے تھے ہتون کے
دکھا کر زلف وہ سر پر بلا لائے تھے ہتون کے

اتیر خدنگ ناز کا سایہ بنا یا تھا
اگرچہ تیر ہمنے ہاتھ سے کھائے تھے ہتون کے

راز کھلا دیا تمھارے آشناک جو اُسنے
تو شعلے آگ کے سینو نمین بھر کانے تھے ہتون کے

وا بھر اُسکو شوق تیغ بازی دیکھیے کیا ہو
اُنھین کھیلون نے سر پہلے بھی کٹوائے تھے ہتون کے

ی سے حضرت دل کیا نہ اُسنے یہ سنا ہو گا
کہ تم بیتاب ہو کر آگے چلائے تھے ہتون کے

لمائی بھی نہ تھی پُر فتنہ خونے چشم کی گردش
کہ اول ہی یہان تو ہوش جگر اُلٹے تھے ہتون کے

گر لگے دنیا سے وون دامن ہے اُنکے ای ظفر
پھینک وین مانند گرد اہل تغافل جھاڑ کے

ڈر ہی کہ کچھ زبان سے تیری نکل نجائے
ہی خوش غلاف یہ تو تلوار اُنگل نجائے

یون آپ کون جائے قاتل تری گلی مین
جب تک کہ لے نجائے اُسکو اجل نجائے

حیران ہے دیکھتے ہو تم کیا مریض غم کو
یہ رنج ہون تو کیونکر صورت بدل نجائے

دیکھے جو شمع تیرے رخسار آتشین کو
محفل مین رشک سے وہ کسو جو جل نجائے

جب صاف صاف ایسے رخسار ہون تمھارے
پائے نگاہ اُنپر کیونکر پھسل نجائے

تو پیچ و تاب نکلے دل سے نہ آہ سوزان
رسی جلے بلا سے پر اُسکا بل نجائے

ان روزون اُس گلی مین جاسوس جابجا ہین
کہدے کوئی ظفر سے وہان آج کل نجائے

مین ہون اس فکر مین یار آئے تو کیونکر آئے
مجکو اُس بن جو قرار آئے تو کیونکر آئے

میری جانب سے اگر غیر مکدر نکرین
دل مین پھر اُسکے غبار آئے تو کیونکر آئے

ساتھ میرے نہین گلگشت مین وہ شاخ چمن
خوش مجھے باغ و بہار آئے تو کیونکر آئے

تو لگاتا ہی نہین دل پہ کبھی تیر نگاہ
ہاتھ تیرے یہ شکار آئے تو کیونکر آئے

گو ترا وصل میسر ہو مگر اُسکا مزا
مجھے بے بوس و کنار آئے تو کیونکر آئے

نہ تلطف نہ دلاسا نہ محبت نہ وفا
کوئی ہونیکو نثار آئے تو کیونکر آئے

نہیں جانے کی جیتے جی تو حسرت وصل جاناں کی | مگر ہاں بعد مردن ای اجل جانے تو یہ جانے
نجانے اُس گلی میں پانوں کے بل کہدو قاصد سے | اگر میری طرح سے سر کے بل جائے تو یہ جانے
نہیں جائیگا اپنی جا سے قانع کہیں اُٹھ کر | اگر اپنے قناعت ہی سے بس جائے تو یہ جانے
کوئی جاتا ہے لپکا مجھ سے اُس کوچے کے جانیکا | وہ دل بیتاب ہی میرا سنبھل جائے تو یہ جانے

ظفر کیا کیا کہیں ہیں شعر اسمیں واہ واہ تو نے
سخن فہموں کی محفل میں غزل جائے تو یہ جانے

مجھے ایذا جو تو نے اور تیرے یاروں نے پہنچائی | خبر اے بیخبر کچھ تو خبرداروں نے پہنچائی
یہ ہیں جو درد و غم ہائے الم چار آشنا میرے | محبت ہی ہم تجھ سے انھیں چاروں نے پہنچائی
نہ دیکھا کوئی ہو کے کام جز تائید حق ہم نے | مدد سو سو طرح سے وہ مددگاروں نے پہنچائی
اگر میں جانتا ایسا نہ دیتا دل کہ دل لیکر | مجھے تکلیف کیا کیا اُن دل آزاروں نے پہنچائی
لیا کیا خاک حاصل کوچہ گردی سے جو خاک اپنی | نہ کوچہ تک بھی میری تیرے آواروں نے پہنچائی
ہجوم داغ پر بھی آہ اب تک سرد ہے دل میں | ذرا گرمی نہ شکوہ اتنی انگاروں نے پہنچائی

ظفر اکبار بھی کانوں تک اُس کان ملاحت کے
ہماری داستان غم نہ غمخواروں نے پہنچائی

نہ دل روں گر جفا وہ یار ہو جائے تو ہو جائے | بلا سے ترک چھوٹا پیار ہو جائے تو ہو جائے
اگر منظور آنکھیں ہی دکھانی ہیں دکھاؤ تم | ہمیں کیا گر کوئی بیمار ہو جائے تو ہو جائے

جو کرے یاد تجھے مصحف رخسار کو روز — گرچہ ناخواندہ ہو وہ حافظ قرآن بن جائے

گر خوش آئے تجھے ای یار نوا ئے بلبل — دل نالان بھی میرا مرغ خوش الحان بن جائے

صورت اس عالم تصویر کی جو صورت گر — دیکھے خود صورت تصویر وہ حیران بن جائے

آوین کس طرح سے ہم بیٹھ کے ہمچشمون مین — کہ یہ رونا ہی کوئی اور نہ طوفان بن جائے

زلف تیری ہی عجب لام جمال پر نور — دیکھے اس لام کو کافر تو مسلمان بن جائے

دیکھے آئینہ مین گر وہ گل رخسار اپنے — روبرو اور گلستان کے گلستان بن جائے

بات کرنے مین جو حیوان ہو مطلق وہ بھی — ای ظفر فیض سخن سے ترے انسان بن جائے

بن سکتی ہی تدبیر اگر بن کے بگڑ جائے — کیا بن سکے تقدیر اگر بن کے بگڑ جائے

ہی میری تمنا کہ مین ہون خاک در یار — پروا نہین اکسیر اگر بن کے بگڑ جائے

شمشیر گرو ہے ترے ابرو کے مقابل — بتوا ئے شمشیر اگر بن کے بگڑ جائے

ہی شرح محبت کو قلم آہ کی کافی — خامہ دم تحریر اگر بن کے بگڑ جائے

بگڑا ہوا یہ حال ہی میرا کہ مصور — کھینچے میری تصویر اگر بن کے بگڑ جائے

افسوس صد افسوس محبت مین جو الکام — ای آہ کی تاثیر اگر بن کے بگڑ جائے

بکھری ہوئی وہ زلف جو دیکھے تو عجب کیا — چھوڑے سے زنجیر اگر بن کے بگڑ جائے

بگڑی ہوئی کچھ صید محبت کی ہی قسمت — یہ جان ترا تیر اگر بن کے بگڑ جائے

مطلع ثانی

[illegible]

خواہ مسجد مین خواہ بتکدہ مین
مدعا سجدہ ہی کہین ہوجاے

یا نہو وہ مری نظر سے دور
یا مری آنکھ دوربین ہوجاے

پاے اُس خال رخ کا جو نکتہ
نکتہ دانون پہ نکتہ چین ہوجاے

ہو اگر دور بھی تو ہو نزدیک
یار دل سے اگر قرین ہوجاے

شب کو آنا جو ہو تو ہان کرلو
اور نہین تو ابھی نہین ہوجاے

یاد گیسو مین آنسوون کا تار
کیا عجب مار آستین ہوجاے

کسکا محشر اگر وہ آجاے
حشر برپا ابھی یہین ہوجاے

کیا خطر اسکو راہ دین مین ظفر
رہنما جسکا فخر دین ہوجاے

ہزار ہو مرے دل کے مال پر چڑھ جاے
وہ مفت سے اگر اُسکے خیال پر چڑھ جاے

سوال بوسہ کرین کیا ہمین تو یہ ڈر ہے
کہ ضد نہ اسکو ہمارے سوال پر چڑھ جاے

چڑھے نہ پھر کے جوانی خضاب سے اے شیخ
اگرچہ رنگ ترے بال بال پر چڑھ جاے

پڑی ہے پشت پہ اُس سرو قد کے یون چوٹی
کہ جس طرح کوئی ناگن نہال پر چڑھ جاے

وفور گریہ سے میری اگر چڑھے دریا
تو ایک آن مین پانی جبال پر چڑھ جاے

جنون مین عشق مین نامی بلا سے یہ تو ہو
کہ نام دفتر رنج و ملال پر چڑھ جاے

کمال کو ہے زوال اے ظفر گرے ہی گرے
زیادہ کوئی جو زور کمال پر چڑھ جاے

[illegible]

ہوا رنج اُسکے دل کو جس سے حال دل کہا میں نے	اُسکے سامنے پھر ایسے افسانہ کو کیا کہیے

ظفر وہ حور وش گھر میں ہمارے جلوہ افزا ہو
سوائے قصر جنت اپنے کاشانہ کو کیا کہیے

کیا مصور یار کی تصویر قامت کھینچیے	کھنچ نہ سکتی اُن سے وہ گر تا قیامت کھینچیے

مطلع ثانی

ہم جو اُنکو باعث جذبہ محبت کھینچیے	دور ہمسے آپ کو کیوں ماہ طلعت کھینچیے
کھینچتے ہیں غیر اُنکو اپنی جب آغوش میں	دل ہے ہم میں نالۂ پُر درد و حسرت کھینچیے
دیکھے دل ناحق بلائیں ہمنے ڈالا آپ کو	گر نہ دیتے دل کو کیوں رنج و مصیبت کھینچیے
کھینچے گر حضرت یوسف کی صورتگر شبیہ	تیری صورت دیکھ کر وہ اُنکی صورت کھینچیے
حق کہا جو کچھ کہا منصور نے ناحق اُسے	دار پر ہیں مرد وہاں بے حقیقت کھینچیے
سرکشی کرکے گرا آوارہ آخر سر کے بل	جو کہ ہیں سر کھینچیے آخر خجالت کھینچیے
کھینچتا ہوں بیہودگی پر خار جب میں قدم	خار ہیں دامن صحرائی جوش وحشت کھینچیے

مائل ابروئے خوبان گر نہوتا میں ظفر
تجھپہ تلواریں پہ کیوں پھر بے مروت کھینچیے

عدم سے آگئے ہم یہاں نہیں ہوتے تو کیا کرتے	ہوئے تو کیا کیا ہمنے نہیں ہوتے تو کیا کرتے
بلائے عشق میں کھو بیٹھے ہم دنیا و دین تو تو	ہمارے پاس گر دنیا و دین ہوتے تو کیا کرتے

دم جنبش تری زلفون سے ٹپکتا ہی عرق	پاکہ مین مار سیہ زہر اُگلتے پھرتے
شمع رو جب سے ہوا تو مرا زیب محفل	مثل پروانہ صد جی مین ہین جلتے پھرتے
غافلو عالم پیری ہی کوئی دم بیٹھو	دیکھو لڑکون کی طرح کیون ہو اُچھلتے پھرتے
شعلہ خو یون کا ہین گو کہ ہوا خواہ ادا	جو کبھی تکتے نہین گرمی مین اپنے جلتے پھرتے
اپنے کوچے مین جو پھرتے ہین اس ناز سے وہ	پانون سے ہین دل عشاق مسلتے پھرتے
تیری مرضی ہو تو لون آئے ابھی ہین	تیوری بچھیئے ہین جو لوگ بدلتے پھرتے
گر کے اس کوچے مین پھر ہم سے تو سنبھلا نگیا	کیونکہ ہم پھرتے وہان سے جو سنبھلتے پھرتے

اے ظفر روز تو جاتے ہین وہ گھر غیرون کے
اُنکلتے ہین ادھر بھی کبھی چلتے پھرتے

جسکے دل مین کہ ستمگار ترا اُڈ بیٹھے	وہ ترے کوچے مین آرام سے کیونکر بیٹھے
اُس ستم کیش نے مژگان کو جو دی جنبش	تیر کھتے ہی مرے دل مین برابر بیٹھے
درد کیون کر نہ اُٹھے آہ مرے پہلو سے	جاکے پہلو مین جو غیرون کے وہ دلبر بیٹھے
بیٹھے جس گھر مین ترے شیفتہ با چشم پر آب	کیا عجب گریہ کے سیلاب سے وہ گھر بیٹھے
بستر غم پہ رہے ہی ترا بیمار پڑا	اتنی طاقت نہین جس کہ وہ اُٹھ کر بیٹھے
دیکھے اُس شوخ ستمگار کو ہم دل اپنا	جی مین پچھتا ہین اپنے کہ یہ کیا کر بیٹھے
در سے ہم سگ نہ اُٹھین گے رو نقش قدم	اے ظفر خاک در یار پہ ہم گر بیٹھے

آئی خبر ہو پھر چشم مین نہ تحسر بر سر میے
سپاہ ناز و غمزہ کی کمر بندی لگی ہونے

یہان عاشق نے چشم تر سے باندھا تار اشکون کا
وہان کانون کے بالون پر گہر بندی لگی ہونے

جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے طفل اشک نکلے ہی
ہمین معلوم اب اسکی جگر بندی لگی ہونے

کمینے بھی لگے اب شعر کہنے کیا تماشا ہی
کہ مضمون بندی ان کی زون جھجر بندی کی جا ہونے

کہان مرغ نظر اس گلشن رخسار تک پہونچے
کہ نار اشک سے پہلے ہی پر بندی لگی ہونے

کسی نے کچھ نہ کچھ بہتان باندھا کھل گیا ہم پر
جو اپنی اُنکے کوچے مین ظفر بندی لگی ہونے

ہجوم اشک سے مژگان اگر اونچی نہین ہوتی
تعجب کیا کہ شاخ پر ثمر اونچی نہین ہوتی

دکھانا اپنا ای پردہ نشین منظور ہی جسکو
جواب دیوار پردہ پیش در اونچی نہین ہوتی

نظر پہ چڑھ گئین ایسی بھوین اُس ماہ طلعت کی
کہ سو کے ماہ نو اپنی نظر اونچی نہین ہوتی

ترا اوصاف بالا ہی جو اپنا بول بالا ہی
کسیکی بات اپنی بات پر اونچی نہین ہوتی

ہوئی ہی شیرنگین گلشن مین کسکی چشم فتان سے
کہ چشم نرگس ای باد سحر اونچی نہین ہوتی

لگایا جب سے دل رہتے ہین ہم ایسے تفکر مین
کہ گردن اپنی اب دو پہر اونچی نہین ہوتی

سنایا کرتے تھے لگے تو ہمکو وہ اشارون سے
اب انگشت اشارت بھی ادھر اونچی نہین ہوتی

تری تیغ نگہ کا کون روکے وار کیا طاقت
کہ رستم بھی گر مشہور سپر اونچی نہین ہوتی

ہم اُس غرفہ نشین کو آنکھ اُٹھا کر کس طرح دیکھین
کہ چلمن پاسکے ودری ای ظفر اونچی نہین ہوتی

رکھا کیوں عشق زاہد کو خنک دل تجھے علام نے یا	اُسے کچھ گر مٹے سوز جگر پہونچا تو دی ہوتی
بلا سے خاک عاشق کی اگر برباد ہو جاتی	پر اس کوچے میں ای باد سحر پہونچا تو دی ہوتی
بہت کرتا تھا دعوی عشق کا یہ آگے لیکن تو نے	اذیت خوب ای بیداد گر پہونچا تو دی ہوتی
لکھا تھا میں نے خط میں اسکو مضموں کچھ یہ کا	نمی کاغذ کو کچھ ای چشم تر پہونچا تو دی ہوتی

مرے احوال سے گو وہ بیخبر اب تک نہیں واقف
کوئی بات اُسکے کانوں تک ظفر پہونچا تو دی ہوتی

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ غم کہہ نہیں سکتے	پر جو سبب غم ہے وہ ہم کہہ نہیں سکتے
ہم دیکھتے ہیں تم میں خدا جانے بتو کیا	اس بھید کو اللہ کی قسم کہہ نہیں سکتے
رسوا جہان کرتا ہے رو رو کے ہمیں تو	ہم کچھ تجھے ای دیدۂ نم کہہ نہیں سکتے
کیا پوچھتا ہے ہمسے تو ای شوخ ستمگر	جو تو نے لیے ہم پہ ستم کہہ نہیں سکتے
ہے صبر جنہیں تلخ کلامی کو تمہاری	شربت ہی بتاتے ہیں وہ سم کہہ نہیں سکتے
جب کہتے ہیں کچھ بات رکاوٹ کی تری ہم	رک جاتا ہے یہ سینہ میں دم کہہ نہیں سکتے
اللہ رے ترا رعب کہ احوال دل اپنا	دے دیتے ہیں ہم کر کے رقم کہہ نہیں سکتے
طوبائے بہشتی ہے تمہارا قد رعنا	ہم کیونکہ کہیں سرو ارم کہہ نہیں سکتے

جو ہم پہ شب ہجر میں اس ماہ لقا کے
گذرے ہے ہیں ظفر رنج و الم کہہ نہیں سکتے

دیگر

مطلع ثانی

مطلع ثالث

یہ عاشق غمزدہ کو اور رولا دیتے ہین سوا

پہ کرم مین ظفر جامہ سے اپنے باہر

دیگر

[illegible]

قیمت جنس دل اپنی کہون کیا مین سستی | پوچھو کیا دیتے ہین بازار محبت والے
نہین آنسو ہوے رحمت کے فرشتہ نازل | پاک بالکل ہین گناہون سے ندامت والے
شمع رو پردہ اٹھا منہ سے نہ تو بزم مین دیکھ | مثل پروانہ جلے جاتے ہین غیرت والے
عاشقون کو نہین کچھ کافر و دیندار سے کام | آگ سے جلتے ہین جو ہین عشق کی علت والے
تہ شمشیر ستم رکھو ہی دیا سر اپنا | ہم بھی ہین عاشقو نہین کیا تو کہ جرات والے
ہمنے اس بت مین جو دیکھا ہی نہین کہہ سکتے | کہ مبادا کہین سن پائین شریعت والے
وسعت ملک سلیمان کو سمجھتے کیا ہین | سامنے گنج قناعت کے قناعت والے

اس ستم پر تو ظفر دیتے ہو تم دم اپنا
کیا ستم ہو جو وہ ہون مہر و مروت والے

دیر کیون کر رہے تھے وہ تو شتابی والے | اب تلک ہین اسی محفل مین خرابی والے

مطلع ثانی

ہین جو محفل مین ترے جام گلابی والے | آنکھ تو منہ نہ لگائین یہ خرابی والے
نہین معلوم پڑھا جاتے ہین کیا کیا آکر | میرے دشمن تجھے اور رکے کتابی والے
گو زر و سیم کے رکھتے ہین طبق شمس و قمر | پر ہین دونون ترے صدقہ کے رکابی والے
تھے تو ہم صوفیون کے یار پر اب ہین مشہور | ای شرابی تری صحبت مین شرابی والے
دل بریان کو مرے دیکھ کے کہتے ہین کباب | آتش شوق سے دوکان کبابی والے

دیگر

[illegible]

دیگر

ظفر [illegible]

[illegible]

[illegible]

کہان ہین وہ اگلے ملاقات والے	عنایات والے مدارات والے

مطلع ثانی

خوشی اوقات دیکھے خرابات والے	ہمیشہ رہے خوش اس اوقات والے
جو دل مین تمھارے وہ اُنکی زبان پر	تمھارے ہین عاشق کرامات والے
جو دین ایک گالی بھی سو منتون سے	ملین ہین وہ ہمکو عنایات والے
درے گریہ سے اب تو بارہ مہینے	گذرتے مہینے ہین برسات والے
ہم اک روز دل تحفہ دے آئے اُنکو	وہان چاہیین روز سوغات والے
سنو تم جو اُنکی نہ طومار باندھین	کہ ہین ہم تو دو بول الکبات والے
ہم اُسکو سمجھتے ہین جو مُنہ سے کہدو	اشارات جانین اشارات والے

قیامت یہ کرتے تھے برپا قیامت
ظفر نانے وہ ہجر کی رات والے

پہونچ جائین جو وان تک صنم پہلے سے ہم پہلے	تو جھک کر چوم لین اُنکے قدم پہلے سے ہم پہلے
ہوا پہلے نہ ہمسے قتل کوئی اُسکے ہاتھون سے	کہ جا بیٹھے تہ تیغ ستم پہلے سے ہم پہلے
نہین شکوہ پریشانی کا ہمکو تیری زلفون سے	پریشان تھے ترے سر کی قسم پہلے سے ہم پہلے
اگر ٹوٹے نہ امید اُس مسیحا دم کے آنیکی	تو کیون توڑین تڑپ کر اپنا دم پہلے سے ہم پہلے
نہین آیا زبان پر اپنی تو اک حرف بھی اُنکے	زبان کٹوا چکے مثل قلم پہلے سے ہم پہلے

[illegible]

[illegible]

ز جگر مین آہ ز آنکھون مین اشک	کام اپنا عشق مین کیونکر چلے
دم نہ مارا اتیرے سر بازون نے آہ	سر پر آرے حلق پر خنجر چلے
ذکر جب خانہ خرابی کا مرے	بزم مین آیا وہ اپنے گھر چلے

جو کیا سو ای ظفر ہمنے کیا
کیا کہین دنیا مین ہم کیا کر چلے

بارے آنسو تیرے ای دیدۂ تر چل نکلے	پانوٗن چل سکتے نہین ابر کے پر چل نکلے

مطلع ثانی

چاہیے حد سے زیادہ نہ بشر چل نکلے	چلئے چال ایسی کہ کچھ کام ظفر چل نکلے
قدر دان جب کہ ہنر کا نہ جہان مین دیکھا	بے ہنر رہ گئے اور اہل ہنر چل نکلے
ای جنون تونے یہ کی خانہ خرابی بھاری	جانب دشت جو ہم چھوڑ کے گھر چل نکلے
انکو رخسار پر انوار دکھا دے اپنے	کہ فلک پر مین بہت شمس و قمر چل نکلے
دم بھی چلنے کو ہی ہمراہ یہ قاصد نے کہا	کہ کہین باندھ کے جلدی سے کمر چل نکلے
کیا کہین تجھسے کدھر ہم ہے گئے وحشت یون نکل	کہ جدھر لیگئی تقدیر ادھر چل نکلے
دیکھو رک رک عرق آلودہ کرے جان سفر	چھانو تارون کی یہ بہتر ہی اگر چل نکلے

بوسہ مانگا تو کہا بس چلو یان سے نکلو
منھ لگایا تمہین کیا تم تو ظفر چل نکلے

مطبوعہ دیوان ظفر

دیگر

[illegible]

ہی تو انسر پر اُسکو نشستے بھی ای ظفر
گردون سے جھانکتے ہین جگر تھام کے ستارے

عرق آلودہ زلف اُس رخ پہ اک معجز نمائی ہی	شب تار اُسنے اک روزن سے بھی دکھلائی ہی

مطلع ثانی

گل رنگین ہی کوئی یا ترا دست حنائی ہی	کوئی یہ شاخ گل ہی یا تری نازک کلائی ہی
خط سبز اُس رخ روشن پہ ہی یہ رنگ کیا لایا	دکھاتا چشمۂ خورشید تابان مین بھی کائی ہی
دھواں دل کا گھٹا یہ سینۂ افگار مین میرے	کہ گویا لب پہ ہر اک زخم نے مستی لگائی ہی
گیا جو عاشق جانباز تیرا تیرے کوچہ مین	نہین آیا وہ پھر کر قاتل اُسکی لاش آئی ہی
ہماری ہی الف بے خار صحرا او خراش پا	کہ ہمنے پہلے وحشت مین یہی تعلیم پائی ہی

بہایا اشک خون سے رات کو مینے ظفر دریا
نہین سرخی شفق کی صبح لو ہو مین نہائی ہی

خدا جانے صنم مین تیرے صورت کسکی ملتی ہی	وگرنہ ایسے کافر سے طبیعت کسکی ملتی ہی
نہ پوچھو شعلہ مین یہ کسکی گرمی پائی جاتی ہی	نہ پوچھو یہ شرارہ مین شرارت کسکی ملتی ہی
مگر ہمنے کیون ہو لکھکر نامہ بر حاضر ہی دیکھو تو	کہ خط ملتا ہی کسکا اور عبارت کسکی ملتی ہی
مزا ہی جو محبت مین نہین ہی وہ کسی شی مین	کسیکو کیا بتاؤن ہمین لذت کسکی ملتی ہی
نہو رسوا جلا کر مجھکو میری خاک اُڑنے سے	یہ سوچو خاک مین ہر روز عزت کسکی ملتی ہی

...بے دیون سے کیا اُمید وفا	ابھی کی بھی وفا کسی نے ہی

ای ظفر رو دیا ہی جب میرا
کچھ سنا ماجرا کسی نے ہی

...ل بھر جا تری چشم تو ہان چاہیے ہی	ہی یہ بیمار اسے نقل مکان چاہیے ہی
...و کمانہ ابرو تیر کا پیکان کافی	دہن زخم مین کیا تیر زبان چاہیے ہی
...لب دو جام سے کیا ہوگا کہ ہی جوش بہار	ابتو کوئی خم می بادہ کشان چاہیے ہی
...ل جاتی ہی کوئی سنگ لونکی الفت	رکھنا چھاتی پہ کوئی سنگ گران چاہیے ہی
...س موجود ہین یہ تیرے نگاہ و ابرو	ناوک افگن تجھے کیا تیر و کمان چاہیے ہی
...تش دل کا مری گر ہی بجھانا منظور	ہونا آنکھون کو مرے اشک فشان چاہیے ہی
...امین ہم خلد کو کیون چھوڑکے کوچہ ترا	خاکسارون کو ترے رہنا یہان چاہیے ہی
...خ روشن کے ترے سامنے ای ماہ لقا	مہینہ چاک ہرا شل کتان چاہیے ہی

کرتا ہی ابروے پر غم سے تجھے قتل وہ شوخ
ای ظفر کیا اسے تیغ صفہان چاہیے ہی

...ج اٹھتا جو صحرا مین غبار اور نیا ہی	کیا توسن وحشت پہ سوار اور نیا ہی
...ن ہوتا ہی تازہ ترے کوچے مین ہمیشہ	بنتا وہان روز ایک مزار اور نیا ہی
...ر آنسوون کا قطرہ خون سے مرے ہر دم	میرے لیے اک پھولون کا ہار اور نیا ہی

ہم اپنی وحشت اگر دکھائین تو پھر یقین ہی کہ بھول جائین
جو کہتے مجنون کی ہین کہانی ہمارے ہمدم سنی سنائی

وہ دل ہین کیفیت اپنے دیکھی سنی تھی جو جام جم ہین لیکن
زیادہ ہم جانتے ہین دیکھی سمجھتے ہین کم سنی سنائی

دکھاوے گریہ کا اپنی عالم جو آنکھو سے دیکھین اپنی آنکھ
کہ باتین طوفان نوح کی تو ہین چشم پرنم سنی سنائی

کرے نہ اقرار وصل جب تک وہ اپنے مُنھ سے نہ آوے باور
کوئی سنائے خبر یہ ہمکو ہزار پیہم سنی سنائی

کہون جو خوبی حسن یوسف کیے وہ برقع اُٹھا کے مُنھ سے
کہ یون دکھاوے کوئی تو جانین سنین ہین کب ہم سنی سنائی

جو محرم دل ہی جانتا ہی وہ دل کی حالت کو فی الحقیقت
وگرنہ کہتے ہین اے ظفر سب سوائے محرم سنی سنائی

دل کو اُن زلفون کے سودے مین پریشانی سی ہی
اور جان وحشت مین اُن آنکھون کے دیوانی سی ہی

چشم ہی پرنور اپنی دیدہ خورشید وار
خواب مین دیکھی شب ایسی شکل نورانی سی ہی

دل کی شامت ہی لیگئی دل کو
ظفر اُس زلف عنبرین تک ہی

زخمون پہ باندھو ہی جراح دیکھ کر پھاہے	دریا بہیگا خون کا جبدم یہ سر کے پھاہے
اتنے ہین زخم دل کے پور کھو دین اُنپر	گر خیمہ فلک کے کیجے کتر کے پھاہے
تیزاب بن نہ ہرگز زخمون پہ اپنے رکھین	مجروح یار تیرے تیغ نظر کے پھاہے
بلبل کے زخم دل پر مرہم ہے تو شبنم گل	اور اُسپہ چاہیے پھر گل برگ تر کے پھاہے
جون آگ پر توے ہون ہین گرم اسطرح سے	زخم جگر پہ باعث سوز جگر کے پھاہے
خورشید و ماہ بنکر سر پر چڑھے فلک کے	زخمون سے دو گرے تھے میرے اُتر کے پھاہے

جو تیغ عشق کے ہین زخمی ظفر جہان مین
ہو سود مند اُن کو کیا چارہ گر کے پھاہے

تو حسین جتنا ہی کا ہیکو پری آتی ہے	حسن بھی کچھ ہی تو کب عشوہ گری آتی ہے
تھے کہان آئے کہان جائینگے پھر یا کہ نہین	کچھ خبر ہمکو نہین بے خبری آتی ہے
ہم تو چاہین پہنچین ابھی اُڑ کے وہان پر ہمکو	دیتی رخصت نہین بے بال و پری آتی ہے
نہ تو ہی نالۂ شب اتا کرے اُسکو اثر	اور نہ تاثیر مین آہ سحری آتی ہے
دیکھنے کی نہین خورشید جہانتاب کو تاب	رخ روشن کی ترے جلوہ گری آتی ہے
پاٹ دریا کا خجالت سے ہو پانی پانی	آنسوون سے مرے دامن مین تری آتی ہے

آنکھ کی گردش سے کیا چرخ بریں چکر میں ہی
پھونکنے بھی پہونچاں آسمانی ہیں چکر میں ہی

صبح تا شام پھرتا ہی رہتا ہی آفتاب
جیسے دیکھا تیرا روئے آتشیں چکر میں ہی

ہی علاج درد دل سے کیا حیران طبیب
بلکہ عقل عیسی گردون نشین چکر میں ہی

پھرتا ہی منزل بمنزل جو ہمیشہ ڈھونڈھتا
کون ہی جسکے لیے ماہ مبین چکر میں ہی

روح مجنون رقص کرتی ہی مری وحشت کو دیکھ
جانب صحرا بگولا یہ نہیں چکر میں ہی

جسکی قسمت میں ہی گردش صورت جام شراب
بزم عشرت میں بھی ہی ہمنشین چکر میں ہی

ہی جو یاد حلقۂ زلف الجھنسکی گرداب بلا
ای ظفر میرا دل اندوہگین چکر میں ہی

حقیقت کچھ نہ پوچھو ای اُدھر اُڑتی سی پہونچی ہی
کہیں جاسوس کی انکو خبر اُڑتی سی پہونچی ہی

نہیں پہونچا اسیران قفس تک گل تو گلشن سے
مگر بوئے گل ای باد سحر اُڑتی سی پہونچی ہی

نہیں خال لب شیرین پہ منھ کھول کر اپنے
کوئی مکھی سر قند و شکر اُڑتی سی پہونچی ہی

جہنم میں کہاں تھی آگ شاید آتش دل کی
کوئی چنگاری ای باد سحر اُڑتی سی پہونچی ہی

غبار خط کہاں ہی یار کے روے مصفا پر
مگر کچھ گرد آئینہ پر اُڑتی سی پہونچی ہی

نہ دامن تک ترے اس ناتوان کی گرد پہونچے گی
کہ مدت میں قریب رہگذر اُڑتی سی پہونچی ہی

لگی ہی غیرت سے جو بات اُس کان ملاحت سے
وہ تیر کان تک بھی ای ظفر اُڑتی سی پہونچی ہی

خاکساری کیمیا ہی جو ہوا اس راہ میں خاک
ایک بار اسکو ہم اکسیر پہونچی تو ہی

جب ہی وہ بار ابھر اشارہ اسکے ابرو کا ہوا
انجمن میں نوبت شمشیر پہونچی تو ہی

دل میں میں ہو طرح کے ذرہ دیکھیے ہوتا ہی کیا
لیکے دان مجھکو میری تقدیر پہونچی تو ہی

سینۂ افلاک میں ہوں کتنے روزن دیکھیے
میری ہر اک آہ شل تیر پہونچی تو ہی

رحم آگے یا نہ آئے لیکن اسکے تا گوش
ای ظفر فریاد بے تاثیر پہونچی تو ہی

گر آئے دل میں درد دوری جانانہ واجب ہی
کہ غم تنہائی اس گھر میں کوئی مہمانہ واجب ہی

بھرے ہی دامن اپنا ہر چمن پھولوں سے ایساقی
تجھے بھی مے سے بھر شیشہ و پیمانہ واجب ہی

اٹھائے تو جو منہ سے برقع فانوس محفل میں
جلے ای شمع غیرت سے اگر پروانہ واجب ہی

بہت کرتا ہی دعویٰ زاہد اپنی پارسائی کا
تجھے دکھلانا اسکو جلوۂ مستانہ واجب ہی

خبر ہے ہم اسیروں کی کہاں صیاد بے پروا
سمجھنا اپنے آنسو ہی کو آب و دانہ واجب ہی

اگرچہ درد سر ہی سر بسر ہو مہربانی سے
ذرا سن لینا میرے درد کا افسانہ واجب ہی

مجھے آرایش ان زلفوں کی ہی منظور آنکھوں سے
بنا دوں پنجۂ مژگان کو گر میں شانہ واجب ہی

محبت ہی مجھے ساقی سے باقی بعد مردن بھی
بنانا خاک سے میری خم و خمخانہ واجب ہی

ظفر جوش بہار حسن سے اس رشک گلشن کا
زیادہ دل کو ہوتا اندنوں دیوانہ واجب ہی

دیگر

دیگر

بعد مرنے کے بھی [illegible] ہی بنا یا یار نے [illegible]
ای دل شامت زدہ تقدیر ہوگی اور ہی
کشتہ کیا سیماب کو کرتا ہی اپنا دل کو مار
ای ستمگر او ظفر اکسیر ہوگی اور ہی

ردیف ت

نہین بیجا وجہ مجنون کی زرد رنگت پائی جاتی ہی
اگر دیکھو تو دل کی علامت پائی جاتی ہی
ترسا دیوانہ کی ساری نجابت پائی جاتی ہی
طبیب عشق ہو [illegible] پائی جاتی ہی

خاک اُڑاتا کونسا دیوانہ ناشاد ہی
گرد بادون سے جو صحرا آج گرد آباد ہی

اتنو نی مجنون ہی نی وامق ہی نی فرہاد ہی
اپنے دم سے کشور عشق و جنون آباد ہی

لکھ نہ لکھ خط شکستہ سے خطا ہی یہان شکن
تیری زلف پر شکن بھولے نہین ہم یاد ہی

تو نی مارا ہی جسے دکھلا کے یہ بوٹا سا قد
نخل اُسکی گور پر یا سرو یا شمشاد ہی

کیا ستم ہی دیکھو تو تیرے ہوا ے شوق مین
خاکساری خاکسارونکی ہوئی برباد ہی

دیکھو تو کیا ضبط ہی دم بھی نہین ہم مارتے
ورنہ ہر اک استخوان مین شل نی فریاد ہی

قتل کرتا ہی ہمین لعل لب جان بخش یار
تو مسیحا بھی ہمارے واسطے جلاد ہی

تیرے مجنون مین کہان لہو جو کوئی فصد لے
ورنہ ہر اک خار صحرا نشتر فصاد ہی

کر دیا آگاہ اسرار دو عالم سے ظفر
عشق ہی مرشد ہی پیر اعشق ہی اُستاد ہی

ای پری خط مین جو ان تحریر ہوگی اور ہی
مین پڑھا جن ہون یہان تدبیر ہوگی اور ہی

دیکھو زخم دل ہلال آسا کہا جراح نی
زخم یہ جسکا ہی وہ شمشیر ہوگی اور ہی

نی نوازون کی صدائی مین ہی تاثیر اور
نالہ دل کی مرے تاثیر ہوگی اور ہی

ہمنشینو بیٹھے باتین یہ بناتے ہو یہین
جب وہان جاوگے تم تقریر ہوگی اور ہی

جو تری زلفون کے سودائی ہین انکے واسطے
طوق ہوگا اور ہی زنجیر ہوگی اور ہی

ہوگے جنکے یار تم ہونگے نہ مجھسے بدنصیب
مہربان اُنکی تو کچھ تقدیر ہوگی اور ہی

دیوان ظفر

[illegible]

ہون مین نرگس جادو ہی کیا بلا تیری
کہ سحر و ساحر سحر آفرین یہی تو ہی

وہ پوچھتا ہی مجھے اور سامنے ہون مین
یہ انتہا کوئی بھی کہتا نہین یہی تو ہی

صفا ہو دل تو وہ دوری مین بھی ہو پیش نظر
کہ اُسکے دیکھنے کی دوربین یہی تو ہی

گلی سے یار کی جائین کہان ہم اے واعظ
لگے ہو تو جسے خلد برین یہی تو ہی

کرے وہ کندہ ظفر دل پہ میرے اپنا نام
کہ اُسکے نام کو زیبا نگین یہی تو ہی

تجھے پتا ہے ہجران کی جو حالت کل سے اور ہی ہی
نہین پہچانی جاتی اُسکی صورت کل سے اور ہی ہی

کہہ بیٹھا تو ہون بھی مرا آئینہ رو مجھ سے
ولیکن دیکھتا ہون کچھ کدورت کل سے دونا ہی

الٰہی خواب مین دیکھا تھا کل کس آفت جان کو
کہ رہتی جان غمگین پر اک آفت کل سے اور ہی ہی

لیا تونے جو کل کی بات وعدہ کل کے آنے کا
تو دل بیکل مرا اے ماہ طلعت کل سے اور ہی ہی

خبر آجانی کہ کس عشق نگہ نے کل مجھے دیکھا
کہ مین جو دیکھتا ہون مجھکو وحشت کل سے اور ہی ہی

ہمیشہ عشق مین مجھکو نیا اک رنج رہتا ہی
کہ پرسون اور تھی مجھپر مصیبت کل سے اور ہی ہی

اگر رونا رہا میرا یہی آجائے گا طوفان
الٰہی خیر ہو گریہ کی شدت کل سے اور ہی ہی

نکر واعظ یہ کل کل مجھسے فردا ہے قیامت کی
جدائی مین کسیکی یان قیامت کل سے اور ہی ہی

ظفر سنتا ہون مین اُنسے نئے اپنے گلے شکوے
کہ کل تک اور تھی اُنکو شکایت کل سے اور ہی ہی

وہ دیکھتا ہے تجھے دیدۂ تصور سے
ہزار پردے میں بھی تو ظفر کے سامنے ہے

الٰہی دل وارستہ کیوں حرص و ہوس میں بند ہے
شعلہ ہو سکتا کہیں بھی خار و خس میں بند ہے

یہ ہوئی برسات اب کی جوشِ گریہ سے مری
قافلوں کو آمد و رفت اب برس میں بند ہے

ہیں وہ نالے ہیں دم نارسا گر انکے آگے سے
دم ابھی ہو جاتا اُسکا اک برس میں بند ہے

جائیگا اُڑ کر کہاں صیاد یہ مرغِ اسیر
ایک تو پر بند ہے اُسپر قفس میں بند ہے

پھرتا تھا چھوٹا ہوا میرا دلِ وحشت زدہ
آگیا جس دن سے ظالم تیرے بس میں بند ہے

عقل کے کوچے میں کیا اندیشۂ فاسد کا کام
آمد و شد دزد کی راہِ عسس میں بند ہے

آگے پیچھے پھرتے ہیں غماز کیا تجھ سے ظفر
ہو گیا دل اپنا فکرِ پیش و پس میں بند ہے

گدازی ہے جو دل پر تجھ سے چشمِ نم ہویدا ہے
کہیں گو ہم نہ منہ سے ایک منہ پر غم ہویدا ہے

غم و شادی ہیں باہم دونوں اِس گلزارِ ہستی میں
رخِ خنداں گل پر گریۂ شبنم ہویدا ہے

چھپائیں کس طرح سے دل میں ہم شورِ محبت کو
کہ آہِ آتشیں سے وہ نوائے ہمدم ہویدا ہے

ذرا غفلت سے کھول آنکھیں کہ تیرے خود بینی
تماشا کہ جہاں مانندِ جامِ جم ہویدا ہے

نہ سمجھو اِسکو ماہِ نو فلک کے آئینہ میں یہ
کسی مہوش کا عکسِ ابروئے پُر خم ہویدا ہے

نہیں ہے خود کوئی فیض سے خالی بزرگوں کے
کہ ہر ذرہ میں نورِ نیرِ اعظم ہویدا ہے

کسی بن بُت کبھی کعبے کا نشان پایا ہی
جو ڈھونڈھو تو سارا جہان پایا ہی

مطلع ثانی

ہمیشہ ہو نا مہربان پایا
[illegible] پایا ہی

[illegible]

ای نگین اس روسیاہی کو سمجھو اپنا فروغ زلف نے کافر مجھے مارا سر راہ وفا	دیکھو کرتی نام روشن یہ نہیں تو کون ہی میرے حق مین مار رہزن یہ نہیں تو کون ہی

بت کدہ مین جب گیا مین کھینچکر قشقہ ظفر
بول اُٹھا وہ بت برہمن یہ نہیں تو کون ہی

ہوئی تپ دل کو شکون کی تراویش ہونیوالی ہی	کہ گریا ہوا ہی خوب بارش ہونیوالی ہی
بھونکا یاس کی ہلنا بلا ہی دیگا دل میرا	کہ اس بھونچال سے اس گھر کو لرزش ہونیوالی ہی
جو مثل نقش پا بیٹھے ہین جا کر تیرے کوچے مین	کوئی اٹھتے ہین وہ کب انکو جنبش ہونیوالی ہی
کرے ہی بلہوس اس پر بھی عشق کا دعوے	مگر اک دن اسکی آزمایش ہونیوالی ہی
بہایا آنسوؤن کا چشم نے دریا تو کیا حاصل	فرو کب اس سے میرے دل کی سوزش ہونیوالی ہی
نہ بدخواہون سے کچھ ہوگا نہ ہوگا خیرخواہون سے	جو کچھ تقدیر کی ہی اپنے خواہش ہونیوالی ہی
رہا گر شور رونے سے دل شوریدہ کا یونہین	تو اک دن مثل شور حشر شورش ہونیوالی ہی
کیا اتر ماہ وش سے ای فلک تو نے جدا ہمکو	نہ تھے واقف کہ تیری یون بھی گردش ہونیوالی ہی
مزاج اپنا اسی باعث سے کچھ ناساز رہتا ہی	سنا ہی یہ تری غیرون سے سازش ہونیوالی ہی
نگین ہے سینہ کا وہی نامہ جو یہ نہیں ممکن	تجھے گر نام کی خواہش ہی کاہش ہونیوالی ہی

ظفر روتا ہی جو اپنے گناہون کی ندامت سے
وہ ہی کیسا ہی عاصی اُسکی بخشش ہونیوالی ہی

جلد دوم دیوان ظفر

[illegible]

چارہ گر اور لگا انپہ کتر کے پھاہے
یہ تو سب خون میں ہیں زخم جگر کے پھاہے

سب پہ کھل جائیگا جیب دل مجروح کا حال
دل کے زخموں سے ذرا بھی جو یہ سرکے پھاہے

جب تلک زہر میں آلودہ نکریگا نہ لگا
زخم پہ نسبت شمشیر نظر کے پھاہے

چارہ گر آگ سی نکلے ہی مگر زخموں سے
ہاتھ اپنا نہ جلا ہاتھ سے دھر کے پھاہے

بھر کے زخموں میں مگر پیس کے تھوڑا سا نمک
گر لگا نا تھیں تیزاب میں بھر کے پھاہے

ایک خورشید بھی انمیں سے ہی جیسے ذرہ گر
کئی داغ دل سوزاں سے اُتر کے پھاہے

دیکھو کیا سرخ ہے خون سے ہیں ہر رنگ گل سرخ
خوشنما سینۂ زخمی پہ ظفر کے پھاہے

دل اُسکی زلف میں ڈھونڈھے جو کچھ دماغ سے ڈھونڈھے
کہ شب کے گم ہوا گر کچھ چراغ سے ڈھونڈھے

بنائے کوئی جو اُس رخ پہ خال کا جل کا
نمونہ پہلے وہ اک چشم زاغ سے ڈھونڈھے

مرے قفس کے بھی رکھنے کو جا اگر صیاد
ہزار اشتم ہی کہ تو دو رباغ سے ڈھونڈھے

پھرا ہی ڈھونڈھتا دیر و حرم میں کیا غافل
کہو کہ بیٹھ کے یکجا فراغ سے ڈھونڈھے

جو کوئی آپ کو پائے تو اسکو بھی پائے
سراغ یار کا اپنے سراغ سے ڈھونڈھے

ہمارے دل کو وہ گم کر کے ہاتھ سے اپنے
اگرچہ ڈھونڈھے بھی تو اک داغ سے ڈھونڈھے

شراب پائے نہ اُس چشم کی سی کیفیت
ظفر ہزار وہ چشم ایاغ سے ڈھونڈھے

نگر شکوہ ظفر گر دوستی مین وہ ہوئے دشمن
کبھی حاصل بھلائی مین برائی یون بھی ہوتی ہی

ہوا اُس رخ پہ جب خط عنبر فام پیدا ہی
اسی کا نام ہی دنیا کہ سکو نام دھرتے ہین
زیادہ ماہی بے آب و مرغ نیم بسمل سے
تمھارے کشتگان چشم و لب کی حالت ابتر ہی
پیا کرتا ہون بھر کر دل کا خون مین پیمانہ
کرے وہ چشم کافر کیون نہ غارت دین و ایمان کو

اُسی در سے ہوئی ہر صبح ہر اک شام پیدا ہی
کیا عالم مین دنیا نے اسی سے نام پیدا ہی
ہمارا دل ہوا بیتاب بے آرام پیدا ہی
ہمیشہ ہوتا نخل پستہ و بادام پیدا ہی
ہوا ہی کس لیئے یہ شیشہ اور یہ جام پیدا ہی
کیا اُسکو خدا نے رہزن اسلام پیدا ہی

ظفر وہ کامیاب وصل جانان ہو تو کیونکر ہو
کہ جو عاشق ازل ہی سے ہوا ناکام پیدا ہی

مجھے جو یار میرے آئے ہین سمجھانے کیا سوجھی
جو مجھکو عشق مین سوجھی کوئی کیا جانے کیا سوجھی
تماشا ہی کہ وہ سودا زدون سے اپنے پوچھے ہی
کہ مجھکو دیکھ کر تم جو ہوئے دیوانے کیا سوجھی
وہ سب دنیا مین ہین جتنے مزے ہین زندگانی کے
خدا جانے کیا کیون ترک اُسے دانا نے کیا سوجھی

[illegible]

طلب بوسہ پہ بولے نہ وہ دم کھا بیٹھے
جب سوال اور کیا کچھ تو قسم کھا بیٹھے

کیا کہیں تجھ سے غذا اپنی تو ہے عشق میں ہم
داغ کھا بیٹھے کبھی اور کبھی غم کھا بیٹھے

مجھ پہ گا جو تو خنجر وہیں تو کہہ حیرت سے
ایک دم دیکھیو فوجوں ہی ہم کھا بیٹھے

دشمنوں کا ہو جگر خون کہیں ایسا کرے
ہاتھ سے پان ہمارے وہ صنم کھا بیٹھے

کیا عجب دیکھ کے تیرے گل عارض کی بہار
گل اگر سینہ پہ گلزار ارم کھا بیٹھے

طفل اشک اپنا اٹھا پنجہ مژگاں سے کوئی
یہ طمانچہ نہ اب ای دیدۂ نم کھا بیٹھے

تو جو ہو صید فگن ہاتھ سے تیرے کافر
کیا عجب تیر اگر صید حرم کھا بیٹھے

نکرے فائدہ جب کوئی دوا تو ناچار
زہر کچھ فکر نہ یہ بیمار الم کھا بیٹھے

ای ظفر دیکھے دل اس شوخ ستمگار کو ہم
زخم شمشیر ستم ہاے ستم کھا بیٹھے

شاخ سنبل کیوں پریشاں حال ہمسی ہو گئی
دیکھ کر زلفوں کے کسکے بال ہمسی ہو گئی

خاک اڑاتی کیوں ہے عالم میں بگولہ باد صبا
ہے اگر اکر یہ ہماری چال ہمسی ہو گئی

پائی اس پاے نگاریں تک جو تو نے دسترس
ای حنا تو بھی کہیں پامال ہمسی ہو گئی

کیا کریگی چھوٹ کر قید قفس سے عندلیب
اب تو ہی وہ بھی شکستہ بال ہمسی ہو گئی

کہتے ہیں ہنسکر وہ لعل لب یہ دیکھو بہار
پنکھڑی گل کی بھی لالوں لعل ہی ہمسی ہو گئی

ہر گھڑی ہے سینہ کوبی ہر گھڑی فریاد ہے
پوچھیں گھڑیالی سے کیوں گھڑیال ہمسی ہو گئی

[illegible]

واب میں اگر جگا جاتے ہیں وہ شب کو مجھے
یونکہ ہو جاتے لکھتے لکھتے خط اشکوں سے تر

نیند آنکھوں میں جو کوئی لحظہ بھر آجاتی ہے
آپ رونا مجھکو اپنے حال پر آجاتا ہے

اُسکی جب تصویر سینہ سے لگا لیتا ہوں میں
چین میری جان مضطر کو ظفر آجائے ہے

آبلے کے پاس ہیں کیا داغ سینہ پر کئی
گرد اک شیشہ کے ہیں رکھے ہوئے ساغر کئی

مطلع ثانی

رخ پہ بالا کان کا بالے پہ ہیں گوہر کئی
ماہ پر ہالہ ہے اور ہالہ پہ ہیں اختر کئی

دل کے داغوں کے لکھے حال اسپہ کیا جتنے ہیں
خط میں بھیجوں رکھ کے برگ لالۂ احمر کئی

ایک جنبش اپنی مژگان کو اگر دیتے ہیں وہ
ڈوب جاتے ہیں رگ جاں میں مری نشتر کئی

مختصر ہوتا نہیں وہ قصۂ زلف دراز
روز اس جھگڑے میں ہوتے ہیں سیہ دفتر کئی

حال مرغان چمن کا تو نہیں معلوم پر
ہیں پڑے اکھڑے ہوئے گلشن میں بال و پر کئی

محکمہ میں آتے ہی اُس قاتل سفاک کے
ہوگئے صد چاک دم میں خون کے محضر کئی

ایک جلوہ سے ترے رخسار کے اے شمع رو
ہوگئے پروانہ ساں دل جل کے خاکستر کئی

ہو برا اس سخت جاں کا کہ اُسکے ہاتھ سے
رہ گئے پہلو میں میرے ٹوٹکر خنجر کئی

دل کے درپے ہیں وہ زلف و کاکل و چشم سیاہ
اک مسلماں کے ہیں پیچھے پڑ گئے کافر کئی

جمع سورج کنڈ پر ہندو ہوئے یا اے ظفر
خال یہ اُس مہر وش کے ہیں زنخداں پر کئی

وہ کرتا قلم ہی مرے ہاتھ ناحق	مرے ہاتھ ناحق وہ کرتا قلم ہی

ظفر کیا ستم ہی ہوا دوست دشمن
ہوا دوست دشمن ظفر کیا ستم ہی

جب وصل دلربا کی تدبیر بن کے بگڑی	ہم سمجھے اپنے دل مین تقدیر بن کے بگڑی
ابرو بنائے اپنے تونے جو ای پریرو	مسجد مین پھر یہ کی شمشیر بن کے بگڑی
صورت بگاڑ دی ہی کیا وحشت جنون نے	اپنی مصوروں سے تصویر بن کے بگڑی
تم کیا بنا رہے ہو ای غافلو عمارت	دیکھو جہان مین کیا کیا تعمیر بن کے بگڑی
خواہش مین زر کی تمنے دی چھوڑ خاکساری	کیا کیا میان مہوس اکسیر بن کے بگڑی
دیکھو بگاڑ اپنی قسمت کا اُنکے آگے	سو بار بات وقت تقریر بن کے بگڑی

جس وقت زلف لیلی بکھری ظفر سنور کر
مجنون کے واسطے اک زنجیر بن کے بگڑی

کو دکان اشک کو کب تک سنبھالے جائینگے	ایک دن یہ چشم کے گھر سے نکالے جائینگے
پا برہنہ پھرتا ہون مین دشت مین دیوانہ وار	کس طرح سے یہ مرے پانون کے چھالے جائینگے
جائیگی حسبدن جہان سوغات اُنکے واسطے	اور غیر از معصیت ہم یان سے کیا لیجائینگے
دیکھیے کیا ہوئے گا جب محکمہ مین حشر کے	کاغذ اعمال اپنے دیکھے بھالے جائینگے
جبکہ اُس کوچے مین ہم بیٹھینگے مثل نقش پا	ہمنشین دیکھین ہمین کیونکر اُٹھالے جائینگے

دیوان دوم ظفر

یون نہیں ہمسے جو تیری ای بت گمراہ بگڑیگی
تو بتا ہم بھی ہان رکھتے ہین خاطر خواہ بگڑیگی

پنجہ اُس بت کی زلف ای دل جدا رہیو اس سے ہر
نہین تجھسے سنور سکنے کی جب وامد بگڑیگی

بنانے تیری صورت دیکھ کر بہزاد یہ صورت گر
کہ جو صورت بنائیگا وہ نسبت تا وہ بگڑیگی

نہ بنتے ہم تمہارے آشنا گر یہ خبر ہوتی
کہ یون ہمسے طبیعت آپکی ناگاہ بگڑیگی

بگڑ جائیگا حال اپنا اگر ہے دم مین دم جبتک
کبھی تجھسے نہ اپنی ای غم جانکاہ بگڑیگی

ترے عارض سا قرآن کیا بنا کر کوئی لکھیگا
بھوون کیجے رو برو پہلے ہی بسم اللہ بگڑیگی

نہ کر بننے بگڑنے کا خیال اصلا کہ دنیا مین
بنےگی ای ظفر جو چیز اک دن آہ بگڑیگی

شکر اللہ ہمسے یہ کافر صنم اچھے رہے
حق پرستو بت پرستی مین بھی ہم اچھے رہے

وہ برا کہتے رہے ہمکو پر اُنکے عشق مین
جیسے ہم اچھے رہے ایسے بھی کم اچھے رہے

مرگ تو ہوجائیگی سب خاک لیکن جیتے جی
جو رہے اس یار کی خاک قدم اچھے رہے

بعد مردن داغ دیتے مین فقیرونکو درم
ہم رہے ای دل یہان تو بے درم اچھے رہے

ہو نہیں سکتا نوشتہ سے زیادہ ایک حرف
اسپہ جو راضی رہے وہ یک قلم اچھے رہے

ای بت کافر ترے شیدا محبت مین تری
مرگئے تو بھی وہ اللہ کی قسم اچھے رہے

ہے یہان کی اشکباری رحمت باری ظفر
ابر آسا جو رہے باچشم نم اچھے رہے

بھری سوز محبت نے یہ مجھ سے شرارت کی
تپ غم نے مرے جو اسقدر پیدا حرارت کی

بلا غارت گری آتی ہے ظالم تیرے غمزہ کو
شاع صبر و طاقت سب ہی اک پل میں غارت کی

یہ رکن سلطنت ہیں عشق کے تو نوازل اے ہُد ہُد
اسے عہدہ وزارت کا اُسنے خدمت نظارت کی

میسر خاک پا یار سے ہووے اگر سرمہ
تو پھر دیکھو مری آنکھوں میں تم قوت بصارت کی

کبھی رتبہ بلند اُنکا نہو جو پست ہمت ہیں
دکھائیں گر بلندی لاکھ وہ اپنی عمارت کی

نہیں آگاہ وہ رنگین ادا رنگ محبت سے
کرے سو رنگ سے گو خط میں رنگینی عبارت کی

ظفر جو آپ کو سب سے یہاں کمتر سمجھتے ہیں
کسیکو دیکھتے ہیں کب وہ آنکھوں سے حقارت کی

جب کی جفا کسی پر اے ہمنشین نئی کی
سب سے یہی کی اُسنے ہمسے نہیں نئی کی

جلاد ہی رہا وہ حق میں مرے ہمیشہ
روز اُسنے تیز مجھپر شمشیر کین نئی کی

ہیں شیخ و برہمن کے قصے وہی پرانے
بات ایک ہی نہ حاصل ہمنے نہیں نئی کی

کی کس سے ہاتھا پائی مستی میں لیکن جو نوئی
پوشاک ٹکڑے ٹکڑے اے نازنین نئی کی

وہ مہروش جو آیا گھر سے کہیں ملانے
یہ تونے آج گردش چرخ برین نئی کی

اک حسن کیا کہ تجھ میں خوبان ہزار دن
تعریف تیری جسنے کی مہ جبین نئی کی

باندھے نئے مضامین جنکر ظفر سب اُسمین
تجویز جس غزل کی ہمنے زمین نئی کی

ظفر بابت اُس لب شیریں کی سن پائینگے کوئی
تو بانی شرم سے کیا کیا نبات و قند ہوئینگے

آپ جو تشریف یاں سے مہرباں لیجائینگے
حضرتِ دل دیکھیے مجھکو کہاں لیجائینگے

ہم کفن میں بھی جلیں گے شعلۂ فانوس وار
ساتھ اپنے یہ اگر سوز نہاں لیجائینگے

جاؤں کیونکر اُنکے میں در تک سگ دربان بھی
جیب و دامن کی اُڑا کر دھجیاں لیجائینگے

چاہیے پرچہ خبر کا دل ہی کیا اُنکے لیے
پارۂ دل قاصدِ اشکِ رواں لیجائینگے

جبکہ جائینگے تو خورشید درخشاں پر بھی تو
ای فلک یہ شعلۂ آہ و فغاں لیجائینگے

کرتے ہیں فکر عمارت میں بسر جو اپنی عمر
کیا اُٹھا کر اپنے سر پر وہ مکاں لیجائینگے

ای ظفر بہتر ہی خاموشی خدا جانے کہ تو
کیا کہے گا اور وہ دل میں کیا گماں لیجائینگے

لڑکپن کا وہ تیرے سن یاد ہی
ترا روٹھ جانے کا دن یاد ہی

نہیں بھولتا کوئی معبود کو
اُسے کرتا ہر انس و جن یاد ہی

جو ٹھہرا ہی روز اُسکے آنیکا یاں
دلا روز گن یا نہ گن یاد ہی

نہیں بھولتا دل سے عاشق ترا
تری ایک پل ایک چھن یاد ہی

نہ کر امتحاں ہمنے جو کہدیا
ہمیں تو وہ ای ممتحن یاد ہی

گئے بھول سب عیش دنیا کے ہم
نہیں کوئی بھی یار بن یاد ہی

ہم تو ہیں روز کے غم و بیکسی میں ٹالتے	اور وہ رنج کو ہمارے ہیں ہنسی میں ٹالتے
کرتے ہیں اہل دول دولت میں عمر اپنی بسر	اور ہیں مفلس دن اپنے مفلسی میں ٹالتے
بس نہ تھا اپنا کہ لیتے زلف سے دل کو چھڑا	اس بلا کو کیونکہ ہم اس بیکسی میں ٹالتے
تیرے مہجوروں کو ہو گیا عرصہ اپنی عمر کا	کو دم ہیں یاد چشم نرگسی میں ٹالتے
وہ جو خرقہ میں گزر کے ٹالتے ہیں دن فقیر	انکو منعم ہیں لباس اطلسی میں ٹالتے
وہ شب وعدہ بھی آتے آتے کر دیتے ہیں صبح	رات ساری ہیں یہ نہیں کا بیکسی میں ٹالتے

ٹالنے کی انکو آتی ہیں بہت باتیں ظفر
گہ کسی میں ٹالتے ہیں گہ کسی میں ٹالتے

ہم دن تو کاٹ لیتے ترے رات وہ ہم سے	اور آتے ابھی تو کی نہ ملاقات وہ ہم سے
بیٹھے لگا کے تاک ترے در پہ ہم تو کیا	ملنے کی کچھ لگا نہ سکے گھات وہ ہم سے
آنکھیں دو چار تجھ سے جو ہوتی بھی کہیں	کہہ سکتے ہم نہیں ہیں اشارات وہ ہم سے
باتیں بہت بنا ہیں پر تیرے رو برو	بنتی نہیں ہیں آتی کوئی بات وہ ہم سے
لکھتے ہیں خط جو تجھکو یہ لکھا نصیب کا	لکھو سکتے دل کے ہم نہیں حالات وہ ہم سے
نہ بھیج سکتے ہیں کوئی پیغام خوف سے	نہ بھیج سکتے ہیں کوئی سوغات وہ ہم سے

کرتا ہی پاس آنے کا تیرے ظفر جو قصد
آتے ہیں سو طرح کے خیالات وہ ہم سے

ہماری آنکھ دو ڈر سے جس طرح اٹھن بجز خوبی پر
چلا ہی جلد کسکے ذبح کرنیکو خدا جانے
اگرچہ طائر شوق اپنا ہی بے بال و پر لیکن

جہاز ایسا کہاں پانی کے اوپر تیز چلتا ہی
لیے خنجر بکف جو وہ ستمگر تیز چلتا ہی
پرندہ بھی نہیں اسکے برابر تیز چلتا ہی

درازی وصل کی شبکو ظفر گرہو تو کیہ نکر ہو
کہ اُس شب اور چرخ کینہ پرور تیز چلتا ہی

مجھکو اپنے دلربا کا دھیان بھی جو ہی سو ہی
اور دل میں وصل کا ارمان بھی جو ہی سو ہی

زلف سرکش یہ تری کیا رہزن دین ہی فقط
بلکہ کافر دشمن ایمان بھی جو ہی سو ہی

منزل ہستی سے ظالم ہو ترے عاشق کا کوچ
اور مہیا کوچ کا سامان بھی جو ہی سو ہی

شاخ گل تجھن چمن میں ہی مجھے شکل خدنگ
او غنچہ ہمسر پیکان بھی جو ہی سو ہی

تازہ غمزہ ہی ترا ظالم ہی کیا قہر و ستم
بلکہ آفت ہر ادا و آن بھی جو ہی سو ہی

کیا تماشا ہی کہ منہ چڑھتا ہی تیرے آئینہ
اور صورت دیکھ کر حیران بھی جو ہی سو ہی

اے صنم قدرت خدا کی ہی ترا حسن و جمال
اور پھر اسپر شکوہ و شان بھی جو ہی سو ہی

ہائے کس کسکو سنبھالوں میں فراق یار میں
دل ہی کیا بیتاب مضطر جان بھی جو ہی سو ہی

وان تو ہیں بد عہدیان پر اب تلک یان ای ظفر
عہد بھی جو ہی سو ہی پیمان بھی جو ہی سو ہی

کہاں مژگان ترے سے ابر دریا بار ہمسر ہی
سمندر سامنے اس چشم کے چشمہ سے کمتر ہی

دیگر

جانتا ہی نہیں تو آزار محبت کا علاج

زلف کرتی نیم رخ پر اسطرح چھل بل سا ہی
اک طرف ہی چاندنی سی اک طرف بادل سا ہی

جی سے لگے تجبن مراکیونکر کہ نظر و نین مری
گھر ہی ویرانہ سا بھی اور شہر اک جنگل سا ہی

چاہیے کیا روشنی مجکو شب تاریک مین
ساتھ میرے شعلہ میری آہ کا مشعل سا ہی

تار اشک سرمہ چشم سرمہ سا ہی یار کا
مصحف رخسار پر گویا خط جدول سا ہی

یون ہی بکتا ہی ہمیشہ ناصح بیہودہ گو
کون اُسکے منہ لگے جلنے بھی دو جھل سا ہی

کل کے آنیکا آلہی کسنے ہی وعدہ کیا
دل جو شوق وصل مین آج اسقدر بیکل سا ہی

اخگر سوزان ہین وہ داغ محبت ای ظفر
دل پر آتش جنکے باعث سے مرا منقل سا ہی

غم ہجران سے گر صورت بدل جائے عجب کیا ہی
اور اس صورت سے دم میرا نکل جائے عجب کیا ہی

دکھاتا اپنے سر بازونکو ہی وہ جنبش ابرو
اگرچہ بعد گر تلوار چل جائے عجب کیا ہی

اگر درد محبت سے اثر ہو نالہ دل مین
تو مثل موم پتھر بھی پگھل جائے عجب کیا ہی

مرا غمخوار میرے پوچھتا ہی گرم گرم آنسو
بھپھولون سے جو اُسکا ہاتھ جل جائے عجب کیا ہی

بھرے گو رستمی کا دم عدو پر سامنے میرے
جب آئے عشق کے میدان مین ٹل جائے عجب کیا ہی

تمہارے عشق جان سوختہ کی خاک مدفن پر
اگر برسات مین بھی گھاس جل جائے عجب کیا ہی

ظفر آگاہ ہی جو کوئی آداب محبت سے
وہ پابوسی کو اُسکی سر کے بل جائے عجب کیا ہی

کرتے عیاری ہین وہ ان سے ہم یاری یون بھی ہی
پر کرین کیا ہکو واجب جان نثاری یون بھی ہی

رکھتے ہو جیسے تم کیا کیا دل بیمار کو
واہ وا اگر تا کوئی بیمار داری یون بھی ہی

چشم سے دریا بہے لیکن بجھی دل کی نہ آگ
وہ جو تھی نالون کی اپنی شعلہ باری یون بھی ہی

ہجر مین تو تھی وصل کی ہی وصل مین فکر ہجر کا
جان بے آرام وان بھی تو ہماری یون بھی ہی

رات دن ہین خون فشان آنکھین مری کیا دیکھتو
کی کبھی ای ابر تو نے اشکباری یون بھی ہی

کوچۂ جانان مین بھی جا کر نہین پایا قرار
ہی جو قسمت مین ہماری بیقراری یون بھی ہی

دو ندو بوسہ ہمین تم ہم تمھین دیتے ہین دل
ہکو تو منظور ہان خاطر تمھاری یون بھی ہی

سنگ سر پر لگاتے کیون تم تیغ نگاہ
قتل کو عاشق کے ہین آبداری یون بھی ہی

کر دیا راز اپنا ظاہر سب پہ تو نے ای ظفر
دل لگا کر کوئی کرتا آہ و زاری یون بھی ہی

دل ہی کہتا اور کچھ تدبیر کہتی اور ہی
عقل کہتی اور ہی تقدیر کہتی اور ہی

مجھسے تو کچھ اور کہتی ہی تمنائے وصال
اور اُس سے کچھ وہم تقریر کہتی اور ہی

ہو گیا معلوم جنبش سے لب شمشیر کے
آج قاتل کچھ تری شمشیر کہتی اور ہی

بولی وہ تصویر تصویر نہین میری دیکھ کر
صورت حال اپنی یہ تصویر کہتی اور ہی

کاٹتا ہی کیون زبان شمع کیا جز سوز دل
یہ زبان سے اپنی ای گلگیر کہتی اور ہی

کھا چکا دل ہر جراحت پر جراحت تیغ عشق
اور اب بھی زبان تیر کہتی اور ہی

گرچہ وہ بیداد گر بیدرد و بے پروا تو ہی
دیکھیے ہی کیا نوشتہ میں مگر ہوتا ہی کیا
پوچھتے ہو اور کیا رونے کا میرے ماجرا
دیکھتے ہین جب برا احوال میرا عشق مین
یہ نہین معلوم مارا کسکو اُس سفاک نے
گر نہین غمخوار وحشت مین کوئی میرا نہو
جانتا تھا مین کہ پہلو مین نہین ہی میرے دل

پہ پرچہ مین کچھ زرد دل کہتا ہون سن لیتا تو ہی
اُس بت نو خط کو قاصد مین نے خط لکھا تو ہی
دیکھو لو چشمون سے ہم چشمون دریا تو ہی
پوچھتے ہین ہنسکے وہ مجھسے کہ تو چھا تو ہی
پڑ گئی مین اُسکے ہنگامہ سا اک برپا تو ہی
پوچھنے کو میرے آنسو دامن صحرا تو ہی
پر چھری سے آج مین نے چیر کر دیکھا تو ہی

اگر بگڑ کر اوس مجھسے وہ کافر تو پھر کیسی بنے
تو نے زلف کج ادا کو ای ظفر چھیڑا تو ہی

یہ نہین جسکے سیان ہر دو ابرو تنگ ہی
کیونکہ ہون دل کھول کر باتین کہ قسمت سے مری
آبلہ مین پاؤن کے کیونکر سمائین خار دشت
دیکھ کر تحریر سرمہ چشم وحشی مین تری
ای دل دیوانہ ہی دامان صحرا تو وسیع
منھ ہی کیا تیرے دہن سے ہو مقابل باغ مین
زشت خصلت کو ہمیشہ رنج مین دیکھا ظفر

قبضۂ شمشیر مین اک ای جفا جو تنگ ہی
جامۂ بیتابی کشادہ چاک قابو تنگ ہی
ای جنون انبوہ آعدا اور تنبو تنگ ہی
ہوتا ہے سے گلے کے لیے آہو تنگ ہی
توسن وحشت کا لیتا کیون نہین تو تنگ ہی
قافیہ غنچہ کا پہلے ہی سے گلرو تنگ ہی
اپنی خوے بد سے رہتا آپ بد خو تنگ تر

مطلع ثانی

ماہ کامل ہو اور عالم ہم جبین کا اور ہی
چاند ہی وہ آسمان کا یہ زمین کا اور ہی

روے روشن پر ترے زلف کا سایہ ہی — رات کی اگلی سیاہی دن رہا تھوڑا سا ہی

مطلع ثانی

دیدۂ تر جوش گریہ سے جو اک دریا سا ہی — دامن مژگان سراسر پاٹ دریا کا سا ہی

تراوت سنبل خط سے یہان چشم نرگس ہو رہی — رخ پر رنگ گل دہن غنچہ سا قد بوٹا سا ہی

وصل کی شب ہر گھڑی گھڑیال کی سنکر صدا — پہونچتا اک دل کو صبح ہجر کا دھڑکا سا ہی

جو ہوا ان آنکھون کا مفتون اسکو اک چتون بس ہی — جسکا ان زلفون مین دل الجھا اسے سودا سا ہی

حال مجنون کا نہ اپنے پوچھ ای لیلی منش — ہو گیا دست جنون مین سوکھ کر کانٹا سا ہی

دیکھنا اس پستہ لب پر سبزۂ خط کی بہار — واہ کیا یاقوت احمر پر کیا مینا سا ہی

بیٹھا کیا باتین بناتا ہی اگر دیکھے اسے — حال ہو جاتا ترا ناصح ابھی میرا سا ہی

جلوہ گر ہی وہ تجھی مین جسکا ہی مشتاق تو
ای ظفر تیری خودی پر درمیان پردا سا ہی

عزیزو گور مین کیا دل کا داغ جلتا ہی — اندھیرے گھر مین ہمارے چراغ جلتا ہی

نہ کیونکہ گل ہون سب اخگر کہ دیکھ کر تجکو — ہمیشہ باغ بھی ای رشک باغ جلتا ہی

ہوا کے زلف سے بھڑکی یہ آتش سودا — کہ بوے مشک سے میرا دماغ جلتا ہی

بجاے بادہ بھرا کیا مرا چکیدۂ داغ — کہ آفتاب کا گردون ایاغ جلتا ہی

کہان ہی لالۂ خود رو فغان بلبل سے — صبا تمام یہ دامان راغ جلتا ہی

خط نو رستہ سے تیرے دل بیتاب مرتا ہی
یہی بوٹی ہی وہ جس سے کہ یہ سیماب مرتا ہی

خبر لے جلد ای دریاے خوبی اپنے مضطر کی
کہ تجھ بن وہ مثال ماہی بے آب مرتا ہی

اوگے ہی سنبل اسکی خاک سے جو تیرا آشفتہ
خیال زلف میں کھا کھا کے پیچ و تاب مرتا ہی

پلا اک جام ای ساقی کہ صورت زندگی کی ہو
کوئی مینوش پیاسا بے شراب ناب مرتا ہی

پڑے ہی حلقۂ گیسو میں دل اس بحر خوبی کے
یہ نادان ڈوب کر ناحق تہ گرداب مرتا ہی

چمن میں تو جو پژمردہ ہوا ہی دیکھکر اسکو
مگر کچھ تجھ میں پانی ای گل شاداب مرتا ہی

کہے کون ای ظفر اُس سے شو مینوش غیر و دشمن
وگرنہ رشک سے پیکر کوئی زہراب مرتا ہی

مہر خط پر اور ہی قاصد نشانی اور ہی
لکھا مضمون اور تو کہتا زبانی اور ہی

کیوں سناتا ہی مرا افسانۂ غم قصہ خوان
نیند اُڑ جائیگی اُنکی قصہ خوانی اور ہی

ای تغافل کیش آتا ہی اگر تجھکو تو آ
کوئی دم عاشق کی تیرے زندگانی اور ہی

باندھتا ہی ابر دریا بار بھی تو یوں جھڑی
پر مژگان تر کی خونفشانی اور ہی

پاؤں سے تم مل چلے میرے دل خون گشتہ کو
یا ابھی منظور کچھ مہندی لگانی اور ہی

مہربانی ہی تو ہمپر بھی تمہاری مہربان
پر جو ہی غیروں پہ وہ کچھ مہربانی اور ہی

ساقیا گردش میں لا ساغر کو جلدی ورنہ کچھ
لاتا چکر کوئی دور آسمانی اور ہی

آنسوؤں سے کم نہیں ہوتا مرا سوز جگر
بلکہ اس آتش کو بھڑکا دیتا پانی اور ہی

جو اپنا نقد دل و جان ظفر لگا وین ہم
قمار عشق مین اک آدھ داؤ ہو تو سہی

اُس عداوت کیش کو مجھسے عداوت ہی سہی
اس عداوت پر بھی جو مجھکو محبت ہی سہی

بھولتا ہرگز نہین مین اُسکی قامت کا خیال
روز برپا میرے سر پر اک قیامت ہی سہی

کر چکے سارے اطبا بلکہ عیسی بھی علاج
پر ترے بیمار ہجران کی جو حالت ہی سہی

کیا بتاؤن نہین کہ ہی مجھسے وہ کیسا ہوا
عشق مین اچھی نہین منہ سے شکایت ہی سہی

اُگیا آنکھو نہین دم ظالم ترے مشتاق کا
پر ترے دیدار کی آنکھون کو حسرت ہی سہی

حب دنیا کے نشے نے جنکو غافل کر دیا
تا بوقت مرگ اُنکو وہ ہی غفلت ہی سہی

میرے گریہ نے نہ دھویا یار کے دل سے غبار
اُسکے دل مین میری جانب سے کدورت ہی سہی

فصل گل سبھی جا چکی لیکن ترا دیوانہ کو
وہ ہی سودا ہی سہی اور وہ ہی وحشت ہی سہی

اے ظفر مجھسے رہا جاتا نہین بے شغل عشق
کیا بتاؤن رنج ہی اُسمین کہ راحت ہی سہی

کچھ عجب آفت کا دور آسمان مین پیچ ہی
جسکے باعث سے جہان دیکھو جہان مین پیچ ہی

شاخ سنبل مین کہان ہی پیچ ایسا تمھا
جو تمھارے کاکل عنبر فشان مین پیچ ہی

زلف پیچان کسکی دریا مین ہوئی سایہ فگن
پڑ گیا جو موجۂ آب روان مین پیچ ہی

کیا کرون آہ و فغان سن سن کے کہتا ہی وہ
جانتا ہون نہین کچھ اس آہ و فغان مین پیچ ہی

عشق کا آزار صحت سے ہی بہتر ای طبیب
جو رہے اس شوخ کے بیمار غم اچھے رہے

اب خدا جانے کہ دل مین کیا برائی آگئی
پہلے تو ہم پر ترے لطف و کرم اچھے رہے

وہ رہے بیکل مگر پریشان انکو دلجمعی رہی
گل سے غنچہ ای نسیم صبحدم اچھے رہے

خاک آخر ہونگے سب پہلے ہی جو خاکسار
ہوگئے اس یار کے خاک قدم اچھے رہے

ہر کسی سے راز دل کہہ بیٹھنا اچھا نہین
ای ظفر دنیا مین ہین اب لوگ کم اچھے رہے

غیر کر سکتا ہی کو مجھ سے عداوت کیا ہی
مہربان دوست ہی دشمن کی حقیقت کیا ہی

جو نہ دیکھا تھا سو وہ عشق مین تیرے دیکھا
دیکھئے اور دکھاتی ہمین قسمت کیا ہی

زلف اکثر جو ترے کان لگی رہتی ہی
کہتی ہہ کان مین ای کان ملامت کیا ہی

سب جگہ ہو وہی اور سب کے نظر سے ہی نہان
پڑ گیا آنکھو نپہ یہ پردہ غفلت کیا ہی

آبرو کھوتا ہی کیون کہدے یہ صفا آئینہ سے
اس سے تو ہوگا مقابل تری صورت کیا ہی

غمزہ کرتا ہی ترا ایک جہان کو غارت
یہ بلا کیا ہی خدا جانیے آفت کیا ہی

جلد آجلد نکر دیر تو ای رشک مسیح
دیکھو تو اب ترے بیمار کی صورت کیا ہی

کیا کہون کہنے مین تو او مصیبت ہی سوا
مجھ سے وہ پوچھتے ہین مجھ پہ مصیبت کیا ہی

مین کرون شکوہ جو کچھ انکو محبت ہو ظفر
جب محبت ہی نہین ہی تو شکایت کیا ہی

شب کو اس طرح اُسکے گرد کاشانہ رہے	جیسے سرگردان سر فانوس پروانہ رہے

مطلع ثانی

سینہ واجب مثل گل وہ بے حجابانہ رہے	جسکے گل سے کیون نہ مہکا اپنا کاشانہ رہے

مطلع ثالث

ہم رہین ساقی رہے اور دور پیمانہ رہے	حشر تک یارب یونہین آباد میخانہ رہے

مطلع رابع

گرم آرائش جو اپنا او رعنا بانہ رہے	کیون نہ دست مہرمین آئینۂ وشانہ رہے
تم بناؤ لپٹے گورے منھ پہ اک کاجل کا تل	پاس تا کافور کے فلفل کا بھی دانہ رہے
ہو رہے محتاج نمکدان زخم دل بلبل کا کیون	جبکہ شبنم سے بھرا ہر گل کا پیمانہ رہے
جسطرح سے شمع پر پروانہ ہوتا ہی فدا	اس طرح سے شمع اُسکے رخ پہ پروانہ رہے
ہون وہ مجنون ہون کہ صحرا مین زبان خار پر	تا قیامت اس مری وحشت کا افسانہ رہے
زیر محراب خم ابرو چشم مست یار	دیکھنا کیا دور ہی مسجد مین بتخانہ رہے
سوچ جو کہ ہے کیونکر بلے در زنجیر ہی	جبکہ آئینہ تری صورت کا دیوانہ رہے
دیکھ کر غال اُسکے رخ پر کیا کہین جسین انکولن	یعنی قائم شعلہ پر کس وجہ پروانہ رہے
جو کہ ہو وحشی تری آنکھون کا ای آہو نگاہ	کسکا اس سے خیر وخوش اخلاص یارانہ رہے
شمع تیرا آب گہر ہے بجر یہ کسکا آم نگا	جب بری ہے عشق یہ پہنن لاش پروانہ رہے

کیا غضب ہی جو محبت کا تیری بھرتا ہی دم
اسپہ ہوتا تیری محفل میں تبرا اصاف ہی

دھو دیا روئے زمین کو آب گریہ نے مرے
پر نہین ہوتا دل اُسکا ایک ذرا صاف ہی

حاشیہ کیا کیا چڑھاتی ہی محبت دیکھیے
ابتلک تو یہ کتاب دل مع اصاف ہی

جاتا تو باتو نہ زاہد رندی آشامی کی
منھ پہ ہمرا تا ہی پر دل مین یہ ہمرا صاف ہی

آج مرغان قفس کو کیا بھی کترے گا پر
کر رہا مقراض کا صیاد پر اصاف ہی

ہر حرص دنیا ہی بشر کے واسطے آلودگی
ہو گیا جس وقت یہ اس سے ہمرا اصاف ہی

تیرے رشک قامت رعنا سے ہی سرو کے
شہپر قمری چمن مین شکل اترا اصاف ہی

ای ظفر ہمسر ہو کیا شعلۂ دل بیتاب سے
دیکھ کر بجلی بھی جاوے اُسکو تھرا اصاف ہی

مصور نے ہمیں کیا جانے دی تصویر کسکی ہی
ملے تصویر ایسی کسکو یہ تقدیر کسکی ہی

ہمیشہ آہ بھی کرتے ہین ہم نالہ بھی کرتے ہین
پر اُسکے دل مین دیکھین ہوتی تاثیر کسکی ہی

تری تقریر ناصح خوب ہی ہان ہم بھی قائل ہین
مگر سنتا دل دیوانہ یہ تقریر کسکی ہی

ترا ہی نازیبا پائداری پر عمارت ہائے
رہی قائم یہان منعم سدا تعمیر کسکی ہی

بجز تیغ نگاہ یار کشت و خون عاشق پر
زیادہ تیز ہوتی دمبدم شمشیر کسکی ہی

کیا جو کچھ نصیبون نے نہ کچھ دل نے نہ آنکھون نے
کہون مین یہ خطا کسکی ہی اور تقصیر کسکی ہی

ظفر جو کچھ ہی پیشانی مین وہ ہی بات پیش آتی
کہ جاتی پیش اُسکے سامنے تدبیر کسکی ہی

دیگر

متاع دل کی چوری یون نہین کرتا تر اغمزہ
مجھے دل کھول کر دیلینے دو روکو نہ ہمتیون
لگا تیغ ستم تو شوق سے ظالم کہ مر سینے
یہ کیا اندھیر ہی جو دن دیئے آ جا سے مین

مگر جسوقت پاتا ہی مجھے غافل چوراتا ہی
کہ پانی آنسوون سے میرا زخم دل چوراتا ہی
بھلا کب جان اپنی یہ ترا قاتل چوراتا ہی
مگر دل کو رخ روشن کا تیرا تل چوراتا ہی

ظفر سب کو برابر دیکھتے ہین جو ہین روشن دل
کسی سے آنکھ اپنی کب مہ کامل چوراتا ہی

عجب اشک آنکھ سے کچھ زیر مژگان تیز بہتا ہی
ہر سے زخمی کو یاد آتی ہی جب شمشیر کی تیزی
سخن مین اُس لب جان بخش کے ایسی روانی ہی
کبھی دل مین جو ہی دریا دلی جو ش آ جاتا
عرق افشان ہی زلفین جو رخسار و نپہ ہوتی ہین
کوئی کم آشنا ایسا ہی جسکے پاؤن پانچھو ین

کھڑا ہی کھیت خشک اور آب دہقان تیز بہتا ہی
تو کیا کیا خون زخم تیغ بران تیز بہتا ہی
کوئی جانے کہ گویا آب حیوان تیز بہتا ہی
تو کیا کیا لہر مین تنکا سا انسان تیز بہتا ہی
چمن مین جسکے کیا کیا آب باران تیز بہتا ہی
کہ دریائے محبت ای مری جان تیز بہتا ہی

ظفر بہتا تو ہی ناسور دل کا روز پر اُسکو
کوئی گر چھیڑتا ہی اور بھی ہان تیز بہتا ہی

ہوشمند وقت ہی وہ پیشوائے وقت ہی
رہتا ہی ہر وقت جاری چشم سے دریا [illegible]

بات کرتا دیکھ جو مقتضائے وقت ہی
پوچھتا ہی آشنا کیا ماجرائے [illegible] ہی

دیوان ظفر

اشارہ ہی کہ ہم افشان جبین پر اپنی چنتے ہین
دزد اسیری ہی وصل یار کیون نسخہ چلیپون نے
کہان ہی خط چین اُس ابرو کے خمدار پر دیکھو
کہون کیا ماجرا بے ثباتی نقش ہستی کا

آنکھون نے خط جو ابرو طاق پیشانی پہ دیکھا ہے
طریق حکمت ہندی و یونانی پہ لکھا ہے
یہ نام تیغ گر تیغ صفاہانی پہ لکھا ہے
مٹا جاتا ہی یون گویا کہ یہ پانی پہ لکھا ہے

متانت دیکھتا ہی کیا ظفر کی طبع عالی مین
کہ جو لکھا ہی مضمون طرز خاقانی پہ لکھا ہے

وہ دل کیا ہی کہ جو تیرے غم الفت سے خالی ہے
عجب انداز سے ہمکو خط اس حیران نے لکھا
بھرا گو جام مے ساقی نے لیکن ہمکو کیا حاصل
ذرا صورت بتون کی دیدۂ تحقیق سے دیکھو
گیا یان سے نکل کیا جانے دیوانہ کہان تیرا
رہیگا داغہاے عشق سے سینہ بھرا یونہین

وہ دیدہ کیا جو تیرے دیکھنے کی حسرت سے خالی ہے
نہین اک حرف جسمین نامہ پر حرف تسلی ہے
کہ اپنا ساغر دل بادۂ عشرت سے خالی ہے
کوئی صورت نہین اللہ کی قدرت سے خالی ہے
پڑا ہے گھر خانۂ زنجیر اک مدت سے خالی ہے
کوئی ہوتا خزانہ اپنا اس دولت سے خالی ہے

ظفر ہم باندھتے ہین جب سے مضمون کمر اسکا
ہمارا شعر بھی کوئی نہین دقت سے خالی ہے

پھرتی آنکھون مین جو اُس زلف دوتا کی شکل ہے
شوق مین اُس قد رعنا کے ہے مثل آزاد سرو

خواب مین آتی نظر مجکو بلا کی شکل ہے
بنگیا لیکر چھری جو مینا کی شکل ہے

طرز آنکھوں کی نرگس میں ہی خم زلف کا سنبل میں ہی
جام جہاں بین میں نظر آیا وہ کب جمشید کو
سو ٹکڑے ہو گل کا جگر اک دم میں ہی باد سحر
جائیگا جس ملت میں تو پائیگا وہاں غنچہ گل
ہوتے ہیں زندہ مردہ دل بزم شراب میں
میرا دل شامت زدہ ظالم گرفتار بلا

نقشہ ہی قد کا سرو میں رخ کی شباہت گل میں ہی
دیکھا تماشا ساقیا جو ہمنے جام مل میں ہی
تاثیر درد عشق کی وہ نالۂ بلبل میں ہی
آرام گر منظور ہو تجکو تو صلح کل میں ہی
اعجاز ای ساقی عجب اس خندۂ قلقل میں ہی
ہر گاہ تیری زلف میں گاہی تیری کاکل میں ہی

خاموش رہنا چاہیے دنیا کی شورش گاہ میں
سنتا کسیکی ای ظفر یاں کون شور و غل میں ہی

یہ عمر ہمنے بسر سب شراب میں کی ہی
گیا ہی بھول مری بیقراریاں قاصد
بجا رہے نہیں اُس کے حواس جسکی طرف
بنا ہی چرخ یہ جو ماہ ساغر سیمیں
سمجھ حباب کو بحر جہاں میں ای غافل
ملا نہ رہنے کو جب گھر کہیں تو غم سے خراب
ہوئی جو پیری میں ثابت تو کیا دہی ہی
فلک پہ برق جہاں کے اڑ گئے ہیں ہوش

سفید ریش نہیں آفتاب میں کی ہی
درنگ اُس نے جو خط کے جواب میں کی ہی
نگاہ آپنے خشم و عتاب میں کی ہی
کسی نے بادہ کشی ماہتاب میں کی ہی
کہ بند ایک ہوا سی حباب میں کی ہی
جگہ مرے دل خانہ خراب میں کی ہی
کسی نے تو بہ جو عہد شباب میں کی ہی
جو آہ ہمنے کبھی اضطراب میں کی ہی

نہ دل ان شعلہ رخساروں پہ لوٹے
بلا سے گرچہ انگاروں پہ لوٹے

تم اینڈو بستر گل پر تمھیں کیا
کوئی حسرت سے گر خاروں پہ لوٹے

کہاں پایا یہ منھ جو ہنستے ہنستے
گل اُس گل کے دل افگاروں پہ لوٹے

نہیں زلفوں کے سودائی کو کچھ ڈر
پڑا شب کو سیہ ماروں پہ لوٹے

اسے جو دیکھ کر ہو برق بیتاب
زمین پر لوٹے دیواروں پہ لوٹے

گیا دل لوٹ میرا ان بھووں پر
وگرنہ کون تلواروں پہ لوٹے

ہمیشہ لوٹے بسمل کی طرح وہ
ظفر جوان طرحداروں پہ لوٹے

ہی جبکہ خلق سوچ کے تدبیر بولتی
کچھ اور ہی جواب میں تقدیر بولتی

ہنستا وہ گل چمن میں اگر کھل کھلا کے صبح
حیرت تھی کیا جو بلبل تصویر بولتی

برپا رہے ہی خانۂ زندان میں ایک غل
مجنون کے ہی جو پانو میں زنجیر بولتی

بلبل ہوا شوق کہ آندھی کے شور میں
کیا کیا ہی خاک عاشق دلگیر بولتی

گرچہ نہیں ہیں میرے نی استخوان میں دم
پر عشق کے ہی باعث تاثیر بولتی

افسون عشق سے دل عاشق کے سر پہ
ہی وہ بلائے زلف گرہ گیر بولتی

تیرے کلام میں ہی وہ انداز ای ظفر
محفل میں آفرین دم تقریر بولتی

[illegible]

متفرقات قطعہ

[illegible]

یوں نکھیے آنسو نہ مرے آپ نے تم خواہی مین	اپنے دامن مین کبھی تم یہ گہر لے نسکے
ای پری وش تیرے عاشق کا جو دیکھے احوال	نام بھی عشق کا پھر کوئی لب پر لے نسکے
فصد مجنون کی تیرے لیے کوئی کیونکر فصاد	کام نشتر کا وہ ہر خار سے کر لے نسکے
ناتوان تیرا اُٹھے بستر غم سے کیا خاک	جبکہ کروٹ بھی اُدھر سے وہ اِدھر لے نسکے

تا نہ صد چاک ہو شانہ کی طرح دل اپنا
اُسکی زلفونکی بلائین یہ ظفر لے نسکے

سلام

[illegible]

غرور حسن سے گر وہ جلال مین آوے	تو اُسکی مہر نہ ذرہ خیال مین آوے
اسیر زلف ہوا اُس خال رخ کو دیکھکے دل	بغیر دانہ کے طائر نہ جال مین آوے
کرے اس ابروے پرخم سے ہمسری کیونکر	کمان سے خم پہ کمان ہلال مین آوے
وہ خال رخ جو کبھی آ رخ زلف کے بال	ستارہ دیکھیے کسکا وبال مین آوے
حنا جو اُسکی قدمبوس ہو تو پھر کیونکر	نہ حسرت اپنے دل پایمال مین آوے
بلا سے وصل کا دن ہو وہی ہی عید کا دن	کہ ایکبار تو وہ ایکسال مین آوے

ظفر وہ خواب مین کس طرح آئے میرے پاس
کہ جب نہ خواب ہی رنج و ملال مین آوے

زوال سے نہ زر سے نہ تدبیر سے چمکے	چمکے اگر اقبال تو تقدیر سے چمکے
یہ انجم تابان ہیں شعلے ہیں فلک پر	آہ جگر عاشق دلگیر سے چمکے

[illegible]

قطعہ

سلام

اب جنس ناروا ہی ہم

کوئی خواہان نہیں ہمارا ہم

اسی دروازے کے گدا ہیں ہم

ایضاً

کہہ چکے تمسے بارہا ہین ہم	گرچہ آوارہ جون صبا ہین ہم

ایک لگ چلنے کو بلا ہین ہم

جرم ثابت ہوا ہی کیا ہمپر	نہین کھلتا یہ ماجرا ہمپر
اور اک ظلم ہی نیا ہمپر	ای بتو اسقدر جفا ہمپر

عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

تو نے دیکھا جسے اٹھا کر چشم	کیا مفتون اُسے دکھا کر چشم
سنکے یہ چشم سے ملا کر چشم	سرمہ آلودہ مت رکھا کر چشم

دیکھو اس وضع سے خفا ہین ہم

گرچہ ہوتی رہی جفا پہ جفا	پر نہ سرکے وہان سے ایک ذرا
ہمپہ احسان یہ وفا نے کیا	تیرے کوچہ مین تا بہ مرگ رکھا

کشتۂ منت وفا ہین ہم

نہین مرہم طلب تن مجروح	ہی یہ اپنا عجب تن مجروح
دیکھو تو آسکے اب تن مجروح	ہی نمک سود سب تن مجروح

تیرے کشتون مین میرزا ہین ہم

ہوئی ہمکو نصیب جتنی عمر	تھی وہ تھوڑی سی یا بہت سی عمر
ہمنے اس طرح سے بسر کی عمر	آستان ہی پہ تیرے گذری عمر

لیک کہتے یہ دمبدم تو رہے	سبحہ گردان ہی میر ہمیشہ رہے
	دست کوتاہ تا سبو نہ گیا ہو

ایضاً

آشنائی سکے جو قابل ہین تو الفت والے	نہ یہ بے مہر و دفا دولت حشمت والے
یار وہ ہین جو ہین یارون سے رفاقت والے	کیا غرض لاکہ خدائی مین ہون دولت والے
	اُنکا بندہ ہون جو بندہ ہین محبت والے
اسقدر خواہش نظارہ مجھے ہی تیری	چاہو نہین اُسکو چھپاؤن تو نہین چھپ سکتی
جبکہ لکھواتا ہون یارون سے حقیقت اپنی	ہائے رہی حسرت دیدار مری ہاے کوبھی
	لکھتے ہین ہاے دو چشمی سے کتابت والے
بس مرے بعد مرے مرقد پہ کوئی بھی غمخوار	فاتحہ پڑھنے کو صد حیف نہ آیا یکبار
سوختہ جان کا بجز سوختہ جان کون ہو یار	نہین جز شمع مجاور رہی بالین مزار
	نہین جز کثرت پروانہ زیارت والے
دمبدم کلبۂ احزان مین ہی دم گھبراتا	دم کے جانے مین جو اب ہی کوئی دم جاتا
اور غمخوار تو صورت بھی نہین دکھلاتا	کبھی افسوس ہی آتا کبھی رونا آتا
	دل بیمار کے ہین وہ ہی عیادت والے
بھیجون کیا نامہ مین لکھوا کے تمھین دل کا راز	ہوئی تحریر ہی بیتابی دل کی غماز

مفتی شہر کوئی ہو وے کہ ہو قاضی شہر نگر اسکے ہیں غضب اور فریب اسکے ہیں قہر	ہوگا اس فاحشہ سے دل کا لگانا کیسے زہر زال دنیا ہی عجب طرح کی علامہ دہر
مرد دیندار کو بھی دہریہ کردیتی ہے *	
بھیجتا تھا بت تو خط ہیں جتا پہلے بھی ہوگئی اور ہی کچھ طرز کتابت اسکی	لیک وہ حرف عتاب لیسے نہ لکھتا تھا کبھی بڑھتی جاتی ہے جو مشق ستم اُس ظالم کی
کچھ محبت مری اصلاح بگڑ دیتی ہے	
گرمیِ عشق جوانی کا ہی چارہ دشوار جسکو باور نہو وہ دیکھ لے اُسکو سو بار	وارد سرد ہو پیری کا سے نہ کیونکر دل کار تب دل شمع کی جب کم نہیں ہوتی تا چار
اُسکو کافور سفیدی سحر دیتی ہے	
رکھتا ہی زیب گلو جیسے طوق عشق کا طوق حال رسوائی مرا سنکے ہے یار کو شوق	کہتا ہی آہ و فغان سے ہی مجھے عشق میں ذوق کوئی غماز نہیں میری طرف سے ای ذوق
کان اُسکے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے	

ایضاً

سرور اتو وہ نبی جسکے نہیں بعد نبی انبیا تجھ سے کہیں وقت شفاعت طلبی	دیکھ کر شان تری عرش کی بھی شان دبی مرحبا سید کی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت کہ عجب خوش لقبی	

جلد دوم دیوان ظفر

سوز عصیان سے جگر سوختہ جب مخلوق ہاتھ
آئین صحرا سے قیامت میں طلبگار نجات

کہین ہر چشمۂ احسان سے شہا تیری ذات
ما ہمہ تشنہ لبانیم تو ئی آب حیات

لطف فرما کہ ز حد میگذرد تشنہ لبی

ہی ظفر کے دل بیمار کا بھی حال وہی
اور اسی طرح سے اب چارہ طلب ہو وہ بھی

کہ گیا آگے ثنا مین تری جیسے قدسی
سیدا انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوے تو قدسی پی درمان طلبی

ایضاً

جو عشق باز ہین وہ رہ دین پہ آ چکے
سربازی وفا مین دیا گھر لٹا چکے

واعظ برب کعبہ تجھے ہم جتا چکے
جو دل قمار خانہ مین بت سے لگا چکے

وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

ساری حقیقت اب تو مری اُنپہ کھل گئی
ہر بات اور قابل تحریر کون ہی

لیکر قلم کو ہاتھ مین ہون سوچتا یہی
کیا خط مین مدعا لکھون اپنا کہ مدعی

پہلے ہی اُنکو میری طرف سے پڑھا چکے

ہر چند اُسکا لطف عداوت سے کم نہین
اور آمد آمد اُسکی کچھ آفت سے کم نہین

پر اپنے حق مین وہ بھی عنایت سے کم نہین
آنا بلا سے اُسکا قیامت سے کم نہین

مرتے ہین انتظار مین کہ روز آ چکے